درکفے جامِ شریعت، درکفے سندانِ عشق
ہرہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

بیادگارِ

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

مجلّہ

الحسن

پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

بانی مدیر اعلیٰ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۵۶۵

پندرہ روزہ الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

سرپرست اعلیٰ
(فقیر) سید
محمد نور الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۱-۲۲ جلد نمبر ۲

یکم تا ۳۱ مئی ۲۰۲۵ء ذی القعدہ ۱۴۴۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے عکاس پرنٹرز محلہ جنگی پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	شبیر حسین امام	۳
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۵
۳	انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ	سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۶
۴	خصائص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد قمر صدیقی قادری	۱۱
۵	دراسات الحسنیہ	سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷
۶	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اوالاثر حفیظ جالندھری	۲۲
۷	احکامِ الٰہی	صاحبزادہ محمد فاروق مرتضوی	۲۳
۸	مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات	حاجی تنویر احمد صدیقی قادری مرحوم	۲۶
۹	غزل	مرزا اسداللہ خان غالب	۳۲
۱۰	مولوی جی ایک ہم درس کی نظر میں	انٹرویو: صوفی مشتاق احمد صدیقی	۳۳
۱۱	ابن عربی اور ابن العربی	سید صبغت اللہ سہروردی	۳۹
۱۲	شہدائے اہل سنت	ادارہ	۴۰
۱۳	باغبانانِ پنج روزہ	محمد شاہد ودود قادری	۴۱
۱۴	شہداء اہلسنت کی زندہ وجاوید یادیں	ڈاکٹر شمس الرحمٰن شمس القادری	۴۹
۱۵	الحاج الحافظ شیخ عبدالعظیم قادری	سید شیر بادشاہ قادری مرحوم	۵۵

شذرہ

فلسطینیوں کی نسل کشی

شبیر حسین امام

چار مئی ۲۰۲۵ء کو اسرائیل کی سیکورٹی کابینہ نے نئے فوجی آپریشن ''آپریشن گیدون کے رتھ'' کی منظوری دی جس کا مقصد حماس کی عسکری و انتظامی صلاحیتوں کو کچلنا، غزہ کے بڑے حصے پر قبضہ اور قیدیوں کی بازیابی بتایا گیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ اہداف پورے ہوں گے یا یہ منصوبہ فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی ہے جیسا کہ اقوامِ متحدہ نے خبردار کیا ہے؟

حماس اور اسرائیل کی کشیدگی نئی نہیں۔ سات اکتوبر ۲۰۲۳ء کا حماس حملہ اسرائیل کے لیے ناقابلِ یقین ضرور تھا مگر پس منظر میں قابض قوت کا محاصرہ، ناکہ بندی اور انسانی امداد کی بندش شامل ہیں۔ اب اسرائیل کہتا ہے کہ وہ صرف ''دہشت گردوں'' کو نہیں بلکہ پورے غزہ پر قابو پانا چاہتا ہے۔

اسرائیلی کارروائیاں جنگی جرائم کی بدترین مثال ہیں۔ شہری ہلاکتیں اتنی زیادہ ہیں کہ اسرائیلی میڈیا اور عالمی ادارے بھی سوال اٹھا رہے ہیں۔ چار جولائی تک اسرائیل نے ۶۵ فیصد علاقہ قابو میں لینے کا دعویٰ کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ غزہ میں مزاحمت جاری ہے اور حماس نے ''سٹونز آف ڈیوڈ'' کے نام سے طویل گوریلا جنگ کا عندیہ دیا ہے۔

اقوامِ متحدہ کی خاموشی عالمی سطح پر تنقید کا باعث ہے۔ اس کے انسانی حقوق کے دفتر نے اسرائیلی یلغار کو ''نسل کشی'' کہا جو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ کارروائیاں بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہیں۔ عالمی میڈیا بھی سوال اٹھا رہا ہے کہ کیا مغرب کی پشت پناہی نے اسرائیل کو ہر حد پار کرنے کا لائسنس دے رکھا ہے؟

اب تک ہزاروں فلسطینی شہید ہو چکے ہیں جن میں خواتین اور بچے شامل ہیں۔ سکول، ہسپتال اور پناہ گاہیں تباہ ہو چکی ہیں۔ اسرائیل کہتا ہے اس نے حماس کے ڈھانچے کو نشانہ بنایا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بیس لاکھ سے زیادہ آبادی والے محصور علاقے پر بارود برسا کر بستیاں اجاڑ دی گئی ہیں۔

حماس کا ردِعمل چھوٹے پیمانے پر ضرور ہے مگر اسرائیلی فوج کے لیے یہ اعصابی جنگ بن چکی ہے۔ اس جنگ نے اسرائیل کی داخلی سیاست کو بھی ہلا دیا ہے اور نتن یاہو کی حکومت پر دباؤ بڑھا دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ مہم اسرائیل کو مزید تنہائی کی طرف نہیں لے جائے گی؟

اصل مسئلہ صرف اسرائیل یا حماس نہیں بلکہ عالمی رویہ ہے جو دہائیوں سے فلسطینیوں کے حق میں غیر منصفانہ ہے۔ امریکہ کی حمایت اور یورپ کی خاموشی نے اسرائیل کے ہاتھ مضبوط کیے ہیں۔ اسلامی دنیا بھی بیانات اور کانفرنسوں تک محدود ہے جبکہ عرب ریاستوں کی خاموشی معنی خیز ہے۔

کیا اس مسئلے کا کوئی حل ہے؟ کیا دنیا دو ریاستی حل کی طرف سنجیدگی سے بڑھے گی؟ حقیقت یہ ہے کہ طاقت کے ذریعے امن قائم نہیں ہو سکتا۔ حماس کی آڑ میں فلسطینیوں کو اجتماعی سزا دینا بین الاقوامی اخلاقیات کی توہین اور عملی طور پر ناکام پالیسی ہے۔

تاریخ اس جنگ کو نسل کشی یا مہم جوئی میں سے کسی ایک عنوان سے یاد کرے گی، مگر موجودہ وقت کی حقیقت یہ ہے کہ فلسطینی عوام محصور، زخمی اور بے آسرا ہیں اور یہ جنگ جیتی نہیں جا سکتی کیونکہ یہ انسانیت کے خلاف ہے۔

زندان فرانسیس کا مے خانہ سلامت
پر ہے مئے گل رنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

گنہ گاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے
مُبارک ہو شفاعت کے لیے احمد سا والی ہے

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

تیرا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بِنا رحمت کی ڈالی ہے

میں اک محتاج بے وقعت گدا تیرے سگِ در کا
تیری سرکار والا ہے، تیرا دربار عالی ہے

تیری بخشش پسندی، عذر جوئی، توبہ خواہی سے
عمومِ بے گناہی جرم شانِ لا اُبالی ہے

ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر جس کے بلبل ہیں
ترا سروِ سہی اس گلبنِ خوبی کی ڈالی ہے

رضا قسمت ہی کھل جائے، جو گیلاں سے خطاب آئے
کہ تو ادنیٰ سگِ درگاہِ خدامِ معالی ہے

گذشتہ سے پیوستہ

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ

قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث

حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بَابُ مَا جَآءَ فِیۡ قَوۡلِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَبۡلَ الطَّعَامِ وَبَعۡدَ مَا یَفۡرُغُ مِنۡہُ

یہ باب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کے بیان میں ہے جو کہ کھانا کھانے سے قبل یا بعد میں پڑھا کرتے تھے۔

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

تشریح: اس باب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دعاؤں کا ذکر ہے جو جناب سیّد المرسلین، امام الاوّلین و الآخرین، عالم علوم ما کان و ما یکون، پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طعام نوش فرمانے سے قبل اور پھر کھانا کھانے سے فارغ ہو کر پڑھا کرتے تھے۔

کھانا شروع کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ شروع کرتے اور فراغت کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ان الفاظ کے ساتھ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ادا فرماتے۔

حدیث نمبر ۱۸۰/۱: حَدَّثَنَا قُتَیۡبَۃُ بن سعید قَالَ حَدَّثَنَا ابۡنُ لَھِیۡعَۃَ عَنۡ یَزِیۡدَ بۡنِ اَبِیۡ حَبِیۡبٍ عَنۡ رَاشِدِ بۡنِ جَنۡدَلِ الۡیَافِعِیِّ عَنۡ حَبِیۡبِ بۡنِ اَوۡسٍ عَنۡ اَبِیۡ اَیُّوۡبَ الۡاَنۡصَارِیِّ قَالَ کُنَّا عِنۡدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَوۡمًا فَقُرِّبَ اِلَیۡہِ طَعَامٌ

فَلَمْ اَرَطَعَامًا کَانَ اَعْظَمَ بَرَکَۃً مِنْہُ اَوَّلَ مَا اَکَلْنَا وَ لَا اَقَلَّ بَرَکَۃً فِیْ اٰخِرِہٖ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ ھٰذَا قَالَ اَنَا ذَکَرْنَا اِسْمَ اللّٰہِ حِیْنَ اَکَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مِنْ اَکَلَ وَلَمْ یُسَمِّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَاَکَلَ مَعَہُ الشَّیْطٰنُ

ترجمہ: ایوب انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول مقبول ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ کے حضور کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے سے پہلے از روئے برکت کے ایسا کھانا میں نے نہیں دیکھا تھا اور اسی کھانے کے آخر میں جو بے برکتی تھی وہ بھی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا کیفیت ہے ارشاد فرمایا جس وقت ہم نے کھانا شروع کیا تھا تو ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسم مبارک لیا تھا، پھر ایک شخص کھانے کے لیے بیٹھا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا اسم پاک نہیں لیا پس اس شخص کے ساتھ شیطان نے بھی کھانا کھایا۔

حل لغات: قَعَدَ: بیٹھا، شریک ہوا۔ اَقَلّ: قلیل، تھوڑی، کم۔

تشریح: حضرت ابوایوب انصاری کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ کھانا شروع کرنے کے وقت جو برکت تھی وہ کھانے کے اختتام کے وقت نہیں تھی بلکہ کمال بے برکتی دیکھنے میں آ رہی تھی۔ اسی لیے انتہائی حیرت واستعجاب کے ساتھ حضور سرور عالم وعالمیان ﷺ سے اس کیفیت اور حالت کی وجہ پوچھی اور سبب دریافت کیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا شروع کیا تھا برکت ہی برکت تھی، جب فلاں شخص آ کر شریک ہوا اور اس نے بسم اللہ شریف نہیں پڑھی تو شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا تو برکت جاتی رہی۔ جمہور علماء سلف وخلف محدثین فقہاء اور متکلمین نے شیطان کے کھانے کے یہ معنی کیے ہیں کہ طعام سے برکت زائل ہو جاتی ہے اور فرماتے ہیں کہ شیطان کا یہ کھانا حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ عقل اس کو محال نہیں جانتی نیز شرع شریف میں بھی اس کا کوئی مانع موجود نہیں ہے بلکہ اثبات موجود ہے۔ موجودہ دور کے مشہور مصری عالم احمد عبدالجواد الدومی شرح شمائل شریف

اتحافات الربانیہ میں صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں:

قَالَ العلماء و أكل الشيطان محمول على حقيقته و هذا هو الذى ذهب اليه الجمهور من العلماء سلفاً و خلفاً

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ شریف پڑھنا سنّت کفایہ ہے یعنی بہت لوگوں کی موجودگی میں کھانا شروع کرتے وقت اگر ایک آدمی بسم اللہ شریف پڑھ لے تو سب کی طرف سے یہ سنّت ادا ہو جاتی ہے مگر ہاں جو شخص طعام کے دوران شریک ہو اس کا بسم اللہ پڑھنا سنّت ہے چاہیے کہ اونچی آواز سے بسم اللہ شریف پڑھی جائے تا کہ دوسروں کو بھی اس کا پڑھنا یاد آ جائے چونکہ اس حدیث مبارک میں صرف بسم اللہ کا فقرہ آیا ہے اس لیے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ صرف "بسم اللہ" ہی کہنا سنّت ہے اور الرحمٰن الرحیم کہنا اکمل و افضل ہے مگر یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ تسمیہ تو پوری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی ادائیگی پر ہی بولا جاتا ہے---اللہ و رسولہ اعلم بمرادہ۔

حدیث نمبر ۱۸۱/۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوائِيُّ عَنْ بُدَيْلٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَنَسِيَ اَنْ يَّذْكُرَ اِسْمَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى طَعَامِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ

ترجمہ: اُم المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی کھانا کھائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو کھانے کے دوران میں جس وقت یاد آئے تو پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ۔

تشریح: یعنی کھانا شروع کرنے کے وقت تسمیہ پڑھنا بھول جائے تو پھر کھانے کے درمیان جس وقت بھی یہ بات یاد آ جائے کہ میں نے تسمیہ نہیں پڑھا ہے اگرچہ آخری لقمہ ہی لے رہا ہو تو پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ

اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ یہ اسے برکت کے لیے کفایت کرے گا۔ابوداؤد نے امیہ بن مخشی سے روایت کی ہے

قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ إِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلٰى فِيهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهٖ

یعنی ایک شخص نے کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام مبارک نہیں لیا یہاں تک کہ وہ آخری لقمہ اٹھا رہا تو اس نے اس وقت کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ تو پیغمبر اسلام ﷺ مسکرائے پھر ارشاد فرمایا تمام وقت شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا برکت والا نام لیتا ہے تو شیطان نے جتنا اپنے پیٹ میں ڈال تھا وہ سب اگل دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۲/۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ طَعَامٌ فَقَالَ اُدْنُ يَا بُنَيَّ فَسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ مِمَّا يَلِيْكَ

ترجمہ: عمرو بن ابی سلمہ سے روایت ہے یہ کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت آنحضور ﷺ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے میرے بچے قریب آجا، بسم اللہ پڑھ، اپنے سامنے سے داہنے ہاتھ سے کھا۔

حل لغات: يَلِيْكَ: اپنے سامنے سے۔

تشریح: ارشاد فرمایا "اے میرے بچے" شارحین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو اسے تصغیر سے مخاطب کیا تو اس میں کمال درجے کی شفقت اور عطوفت پائی جاتی ہے جو حضور پاک ﷺ کو چھوٹے بچوں کے ساتھ تھی۔صاحب اتحافات الربانیہ صفحہ ۲۳۸ پر فرماتے ہیں نداء فيه اللتلطف الحنوّ

یعنی یہ انتہائی تلطف اور مہربانی کے ساتھ بلانا ہے۔

سبحان اللہ! اس معلم اخلاقِ حسنہ نے کس طرح کھانے کے آداب سکھائے۔ اپنے ماں باپ بھی ایسی شفقت اور ایسے پیار و محبت سے آداب و اخلاق نہیں سکھاتے جس طرح اس شفیق امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائے۔ فرمایا پیارے قریب آ، اللہ پاک کا نام لے، داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے سے کھایا کر۔ علماء فرماتے ہیں یہ تینوں امر استحباب کے لیے ہیں گویا سنّت ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے داہنے ہاتھ کے ساتھ کھانا تو امر وجوبی کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد عاقل صاحب لاہوری تحریر فرماتے ہیں:

"بعضے گفتہ اند کہ امر بر سبیل وجوبست بدلیل آنکہ در صحیح مسلم واقعست کہ بدرستی آنحضرت دید شخصے را کہ بدست چپ میخورد پس منع فرمود ویرا پس گفت آں شخص کہ برخوردن بدست راست استطاعت ندارم پس دست راست او شل شد بحدیکہ بدہن نتوانست آورد تا آنکہ مرد"

یعنی بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ امر بسبیل وجوب ہے اور اس پر دلیل ہے جو کہ صحیح مسلم میں واقع ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا تو اس نے جواب دیا کہ داہنے ہاتھ سے کھانے کی مجھ میں استطاعت نہیں ہے چنانچہ اس کا داہنا ہاتھ شل ہو گیا، یہاں تک کہ اس کا داہنا ہاتھ منہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اچھے کام کو داہنے ہاتھ ہی سے فرماتے اور ناشائستہ امور بائیں ہاتھ سے کرتے، چنانچہ کنگھی کرنا، وضو کرنا، غسل کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کتروانا، موزہ پہننا، مسجد میں داخل ہونا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ تمام امور داہنے طرف سے شروع کرتے اور ناک جھاڑنا، پیشاب خشک کرنا وغیرہ وغیرہ بائیں ہاتھ سے کرتے۔

(جاری ہے)

فضائل وخصائص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد قمر صدیقی قادری

قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست، رشتہ دار (سب) لوٹ جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ اسی وقت دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ان (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔ اگر مومن ہو تو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے (کامل) بندے اور رسول ہیں۔ پس اسے کہا جائے گا کہ جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے بدلہ جنت میں ٹھکانہ عطا کیا ہے پس وہ دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اگر منافق یا کافر ہو گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو ان (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے۔ تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہا کرتے تھے۔ پس اسے کہا جائے گا کہ تو نے نہ جانا، نہ پڑھا اور لوہے کے گرز سے اسے مارا جائے گا تو وہ چلّائے گا جسے انسانوں اور جنات کے علاوہ سب قریب والے سنیں گے[1]۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴ میں اس حدیث مبارکہ کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ:

"کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہے اور یہ مومن کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے اگر (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ) صحیح ہے[2]۔ اسی لیے حضرات

---

[1]: (۱) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر جلد ۱، صفحہ ۴۶۲ حدیث نمبر ۱۳۰۸ اور باب المیت یسمع خفق النعال جلد ۱ صفحہ ۴۴۸ حدیث نمبر ۱۶۷۳۔ (۲) صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب التی یصرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ واھل النار جلد ۴ صفحہ ۲۲۰۰ حدیث نمبر ۲۸۷۰۔ (۳) سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی المسالۃ فی القبر وعذاب القبر جلد ۴ صفحہ ۲۳۸ حدیث نمبر ۴۷۵۲۔ (۴) سنن نسائی، کتاب الجنائز باب المسالۃ فی القبر جلد ۴ صفحہ ۹۷ حدیث نمبر ۲۰۵۱۔

[2]: علامہ قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۳، صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز

صوفیاء کرام اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں۔

امت محمدیہ شرک سے محفوظ ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک میں تمہارا پیش رو اور تم پر گواہ ہوں، بے شک اللہ کی قسم میں اِس وقت بھی اپنے حوض (کوثر) کو دیکھ رہا ہوں، بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں (یا فرمایا زمین کی کنجیاں) عطا کر دی گئی ہیں۔اور بیشک اللہ کی قسم مجھ پہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ تم (دنیا کے لیے) ایک دوسرے سے لڑو گے۔[1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک مجھے اس بات کا خوف ہی نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے اور آپس میں لڑو گے اور قتل کرو گے اور ہلاک ہو گے جس طرح تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ آخری بار تھی جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا (یعنی اس کے بعد جلد ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا)۔[2]

امت محمدیہ کے لیے جنت کا واجب ہونا: امام ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلی امتوں سے جب کسی آدمی کی اچھائی کے لیے سو آدمی گواہی دیتے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی تھی اور میری امت کے پچاس افراد جب کسی کی بھلائی کی گواہی دے دیں گے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گی۔[3]

---

[1]: (1) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام جلد ۳ صفحہ ۱۳۱۷، حدیث نمبر ۳۴۰۱، اور کتاب الرقائق، باب مایحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا جلد ۵ صفحہ ۲۳۶۱، حدیث نمبر ۶۰۶۱۔(۲) صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفاتہ جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۵، حدیث نمبر ۲۲۹۶۔

[2]: (۱) صحیح مسلم کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفاتہ، جلد ۴، صفحہ ۱۷۹۶، حدیث نمبر ۲۲۹۶۔(۲) طبرانی، معجم الکبیر، جلد ۱۷، صفحہ ۲۷۹، حدیث نمبر ۷۶۹۔

[3]: علامہ یوسف نبہانی، جواہر البحار، ترجمہ علامہ محمد صادق نقشبندی جلد دوم صفحہ ۵۹۹

امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کی اچھائی و بھلائی کی چار مسلمان گواہی دے دیں تو اسے اللہ جل جلالہ جنت میں داخل فرمائے گا۔ ہم نے عرض کیا اور اگر تین گواہی دیں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور تین بھی۔ پھر ہم نے عرض کیا اگر دو گواہی دیں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کی گواہی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں پوچھا۔[1]

امت محمدیہ کے لیے طاعون رحمت ہے: امام بخاری نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے طاعون کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا کہ یہ ایک طرح کا عذاب ہے جسے اللہ مجدہ جس پر چاہے بھیج دیتا ہے (مگر) اسی عذاب کو اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے (لہٰذا) جس مسلمان کے شہر میں طاعون (وباء) پھیل جائے اور وہ اپنے شہر ہی میں صبر کے ساتھ ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے اور یہ یقین رکھے کہ اسے تو وہی تکلیف پہنچے گی جو اس کی تقدیر میں لکھی ہے تو اس کے لیے ایک شہید کا ثواب ہے۔[2]

اُمت محمدیہ میں قصاص و دِیت: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بنو اسرائیل میں قتل کا بدلہ قتل ہی تھا اور ان میں قتل کے بدلہ میں و دِیت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ فِى الۡقَتۡلٰى ؕ اَلۡحُرُّ بِالۡحُـرِّ وَالۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ وَالۡاُنۡثٰى بِالۡاُنۡثٰى ؕ فَمَنۡ عُفِىَ لَهٗ مِنۡ اَخِيۡهِ شَىۡءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاَدَآءٌ اِلَيۡهِ بِاِحۡسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (البقرۃ:۱۷۸)

۱: ایضاً صفحہ ۵۹۹-۶۰۰

۲: ایضاً صفحہ ۶۰۰-۶۰۱

ترجمہ: اے ایمان والو! قتل کے بارے میں تم پر بدلہ فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پس جو شخص (قاتل) اپنے بھائی (مقتول کا وارث) کی طرف سے کچھ معاف کیا گیا تو کچھ بھلائی سے تقاضا کرنا ہے (مقتول کے ورثا کا خون بہا طلب کرنا) اور اس کی طرف سے (قاتل کی طرف سے) ادائیگی دل خفگی سے نہ ہو۔ یہ حکم تمہارے لیے رب تعالیٰ کی طرف سے (سزامیں) کمی اور بخشش کا باعث ہے۔

عفو (یعنی عُفِیَ) یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت (صلح بر مال) قبول کی جائے۔ رحمت (یعنی بخشش) اس قصاص سے ہے جو ان پر فرض تھا جو لوگ تم سے پہلے تھے۔ علامہ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا بنو اسرائیل میں صرف قصاص ہی فرض تھا اور قتل یا زخم کے بدلہ میں ان کے یہاں دِیت نہ تھی، ان کے لیے یہ فرمان تھا

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (المائدہ: ۴۵)

ترجمہ: اور ہم نے یہود کے لیے تورات میں واجب کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے لیے قصاص۔

اور اللہ جل مجدہ نے پیارے محبوب حضور شافع النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر (یہ احسان فرمایا کہ ان) سے اس کی تخفیف فرما دی ہے کہ زخم و ہلاکت میں (انہیں اختیار ہے چاہیں تو) قصاص لے لیں یا مال پر صلح کر لیں۔ علامہ ابن حریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا اہل تورات (یہود) پر قتل کا بدلہ قتل اور بلا عوض مال صلح کر لینا تھا۔ ان میں صلح بر مال نہ تھی اور اہل انجیل (نصاریٰ) قتل کے بدلے میں صرف عفو پر ہی مامور تھے (یعنی ان میں صرف صلح بر مال تھی) جبکہ اس امت کے لیے قتل، عفو، دِیت، تینوں مقرر فرمائے اور ان کو اختیار دیا کہ تینوں میں سے جسے چاہیں اختیار کر لیں اور یہ حکم ان سے پہلی امتوں میں نہ تھا۔[۱]

۱: امام جلال الدین سیوطی، خصائص کبریٰ، جلد دوم صفحہ ۳۸۳۔ ۳۸۴، مترجم: راجہ رشید محمود، سید حامد لطیف

حائضہ خواتین کا حکم: حضرت امام الائمہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہود کے ہاں جب کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تھی تو اسے نہ گھر میں کھانا کھلاتے اور نہ اس سے جماع کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے اس بارے میں عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: **وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ** ط اور آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں---الی آخرہ (البقرہ: ۲۲۲)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیض میں عورتوں سے ہم بستری کے سوا ہر طرح کا برتاؤ کر سکتے ہو۔ جب یہودیوں کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ان صاحب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کیا ہے کہ ہر معاملے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں۔[۱]

امت محمدیہ میں ائمہ مجددین: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس (علم) میں سے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پایا روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے سو سال کے آخر میں ایسے شخص (اشخاص) کو پیدا فرمائے گا جو اس امت کے لیے اس کے دین کو زندہ کرے گا[۲]۔ حضرت ابو سعید فریابی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے آخر میں لوگوں کے لیے ایسے شخص کو لاتا ہے جو ان کو سنت کی تعلیم دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹ کی نفی کرتا ہے۔[۳]

(جاری ہے)

۱: مشکوٰۃ شریف، کتاب طہارت، باب الحیض، فصل اول، صفحہ ۵۶

۲: (۱) سنن ابوداؤد کتاب، الملاحم، باب مایذکر فی قرن المائۃ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۹، حدیث نمبر ۴۲۹۱۔ (۲) مستدرک الحاکم، جلد ۴، صفحہ ۵۶۷-۵۶۸، حدیث نمبر ۸۵۹۲-۸۵۹۳۔ (۳) مسند الفردوس الدیلمی، جلد ۱، صفحہ ۱۴۸، حدیث نمبر ۵۳۲۔

۳: امام مزی، تہذیب الکمال، جلد ۲۴، صفحہ ۳۶۵۔ (۲) امام عسقلانی، تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۲۵۔ (۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۶۲

گذشتہ سے پیوستہ

دراسات الحسنیہ

توحید و رسالت، قرآن حکیم واحادیث کی روشنی میں

قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) سجدۂ تعظیمی: یہ سجدہ اگلی امتوں میں جائز تھا، یہ تواضع کے لیے کیا جاتا تھا۔قرآن مجید میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا خواب بیان فرمایا کہ

اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ (یوسف:۴)

ترجمہ: میں نے گیارہ ستارے اور سورج و چاند دیکھے، انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔

مفسرین کرام نے لکھا کہ تاروں سے مراد اُن کے بھائی ہیں جبکہ سورج آپ کے والد اور قمر سے والدہ مراد ہے۔ یہ سجدہ اگلی شریعتوں میں جائز تھا لیکن شریعت محمدیہ میں اس کی بھی ممانعت کردی گئی اور فقہائے کرام نے لکھا کہ ایسا سجدہ گناہِ کبیرہ ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔علامہ اقبال نے فرمایا

آدم از بے بصری بندگی آدم کرد
گوہری داشت ولی نذر قباد و جم کرد
یعنی از خوی غلامی ز سگان خوار تر است
من ندیدم کہ سگ پیش سگ سر خم کرد

یعنی انسان اپنی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کے سامنے سر جھکا دیتا ہے حالانکہ میں نے کبھی کسی کتے کو دوسرے کتے کے آگے جھکتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس ضمن میں ایک دوسرے مسئلے کی بھی وضاحت کردوں، اور وہ یہ ہے کہ

بوسہ دینا: احادیث شریف میں آتا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے ہاتھ پاؤں، شانے مبارک، ناف اور گھٹنے مبارک کو چوما گیا۔ بلکہ آنحضرت ﷺ اپنی صاحبزادی سیدۃ النساء فِلْذَةٌ كَبِدِ خَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ اسی طرح تابعین نے صحابہ کرام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور تابع تابعین نے پھر اُن کے ہاتھ چومے۔ حضرت امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اُن کے گھوڑے کی رکاب کو بوسہ دیتے تھے۔ لہٰذا اس سلسلے میں اپنے ذہنوں کو صاف کرلیں کہ بوسہ دینا الگ چیز ہے اور سجدہ کرنا الگ۔ سجدہ نہ تو زندہ کو کرنا چاہیے اور نہ ہی قبر کو لیکن بوسہ دینا دونوں کے لیے جائز ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ یعنی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ آیت الکرسی ہے، احادیث شریف میں اس آیت کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید بیان کی گئی ہے، یہ تمام قرآنی آیات کی سردار ہے، اس کی ابتداء لفظ اللہ سے ہوتی ہے، یہ اسمِ ذات ہے، اسمِ اعظم ہے، اس کو جتنا بھی تقسیم کیا جائے، ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے یہ ختم نہیں ہوتا۔ پھر بھی یہ ذات الٰہی کا مظہر ہی رہتا ہے۔ مثلاً اس کا پہلا حرف ''الف'' گرا دو تو ''للہ'' رہ جائے گا۔ اگر ''لام'' ہٹاؤ، تو ''لہ'' رہ جائے گا۔ دوسر ''لام'' الگ کرو تو ''ہ'' رہ جائے گا۔۔۔ سبحان اللہ، کیا شان ہے اس اسمِ مبارک کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم مبارک کی بڑی عظمتیں اور برکتیں ہیں۔ انہیں بیان کرنے کے لیے کئی نشستوں کی ضرورت ہے۔ ایک بات اس اسمِ ذات کی عرض کرتا ہوں جس کا تعلق ہمارے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ یہ اسم ''اللہ'' تزکیہ کرتا ہے، وجود کو پاک کرتا ہے، اس کا ذکر نفسائیت، ہوائیت اور برے خیالات کو فنا کر دیتا ہے۔ یہ وجود پر حاوی ہو کر ظلمت کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا نور دائیں بائیں، آگے پیچھے اور اُوپر نیچے ہر طرف سے اسے ڈھانپ لیتا ہے۔ چنانچہ تزکیہ نفس کے بعد جب یہ مقام انسان کو حاصل ہو جاتا ہے تو پھر کائنات اس کے سامنے کھل جاتی ہے، کوئی چیز اُس کی نظروں سے اوجھل نہیں رہتی۔

اسی مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک ولی اور میرے پیارے غوثِ پاک، محبوب سبحانی، قطب

ربانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللهِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو دیکھا تو سب مل کر رائی کے دانے کے برابر دکھائی دیے۔ اب اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں کتنے شہر ہیں، کوئی گن سکتا ہے انہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہماری اس دنیا کے علاوہ بھی کئی دوسرے جہان اس کائنات میں آباد ہیں اس لفظ ''اللہ'' کے تزکیہ اور نور کی بدولت ایک دوسرے صوفی حضرت مستان شاہ صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

ہژدہ ہزار عالم یکسان شد است ما را

یعنی میں نے اس کائنات کے اٹھارہ ہزار عالم (جہان) ملاحظہ کیے ہیں۔ پھر ان سب جہانوں میں کتنے شہر ہوں گے اور وہ تمام شہر مل کر جناب سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک رائی کے دانے کے برابر ہیں۔ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے ایک ولی کامل کا حال ہے۔ جس رسول نے اس عظیم خدا کا پتہ دیا، اس کی کیا شان ہوگی۔ حضور فرماتے ہیں کہ یہ آسمان و زمین حتیٰ کہ تمام کائنات لپیٹ کر میرے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ اس کی عظمت اور بزرگی کا ایک واقعہ آپ کو بیان کرتا ہوں جو کہ ابھی کچھ عرصہ قبل پیش آیا۔ شورکوٹ میں حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ ایک دن آپ اپنے سجادہ نشین جناب یاسین صاحب کے خواب میں آئے اور فرمایا میری قبر کھود اور مجھے یہاں سے نکال کر سات میل دور فلاں مقام پر دفن کرو۔ آپ غور فرمائیں کہ یہ لفظ ''اللہ'' انسان کا ایسا تزکیہ کرتا ہے کہ وہ مرتا نہیں۔ ہم جسے موت کہتے ہیں ان کے لیے وہ موت نہیں ہوتی۔

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل ۱۶: ۹۷)

توہم اسے عطا کریں گے ایک پاکیزہ زندگی۔

چنانچہ یاسین صاحب نے صبح ملا صاحبان کو اپنا خواب بیان فرمایا تو انہوں نے کہا کوئی تکلیف آنے والی ہے، آپ قرآن مجید کا ختم کروائیں، قربانی کریں اور خیرات دیں۔ جناب یاسین صاحب نے بہتر

اونٹ ذبح کیے، حفاظِ کرام کو ختم قرآن مجید کے لیے بٹھا دیا، مسکینوں اور غریبوں کو کھانا کھلایا۔ دوسری رات پھر ایسا ہی خواب دیکھا۔ جب مولوی صاحبان کو بیان کیا تو وہ کہنے لگے زیادہ سے زیادہ قربانی کرو۔ چنانچہ آپ نے ۱۰۱ اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیے۔ تیسری رات پھر حضرت سلطان باہو صاحب ہاتھ میں عصاء لیے ہوئے خواب میں آئے اور فرمایا میں تمہیں کیا کہتا ہوں اور تم اس پر عمل کرنے کی بجائے خیرات اور قربانی کر رہے ہو، دریائے چناب ادھر آ رہا ہے، وہ مجھے بہا کر لے جائے گا۔ لہٰذا مجھے یہاں سے نکال کر فلاں مقام پر دفن کرو۔ جب صبح ہوئی تو یاسین صاحب نے ملا صاحبان سے کہا کہ تم ختم بھی پڑھتے رہو اور کھانے بھی کھاتے رہو لیکن میں اب وہی کروں گا جو مجھے حکم دیا گیا ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے، بہت سے لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ ہمارے پشاور کے ایک بہت بڑے بزرگ حضرت آقا سید عبدالستار بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی صداقت و دیانت اور زُہد وتقویٰ سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، فرماتے ہیں کہ اتفاق سے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ جب سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تابوت کو قبر سے نکالا گیا تو لوگوں نے اصرار کیا کہ ان کا منہ ننگا کریں۔ چنانچہ جب آپ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا گیا تو وہاں آپ کے چہرے کی بجائے سنہری حروف میں ''اللہ'' دکھائی دیا۔ اللہ اکبر! مولانا روم صاحب نے کیا خوب فرمایا:

اللہ اللہ کُن کہ اللہ میشوی
ایں سخن حق است و اللہ میشوی

صوفیائے کرام کا اس پر عمل ہوتا ہے اور وہ یہی کہتے ہیں کہ اللہ اللہ کرو جب سانس اندر جائے تو اللہ اللہ ہو، جب سانس باہر نکلے تب بھی اللہ اللہ ہو۔ اللہ کے اسم ذات کی عظمت اور بزرگی میں کسی بھی قسم کا شک وشبہ نہیں لیکن ہم نہ تو قرآن مجید پڑھتے ہیں نہ ہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو پڑھتے ہیں اور نہ ہی بزرگوں کی صحبت میں جاتے ہیں تو پھر ہمیں کیا معلوم ہو سکتا ہے۔

یہ لفظ ''اللہ'' کیا ہے ---اس کی بزرگی اور کرامت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو کہ اس کی کتنی عظمت ہے۔ آپ فرماتے ہیں اگر ''اللہ'' کے اسم مبارک کو اپنے قلب

پر نقش کرلو اور تمہارا وجود اس کے نور سے بھر جائے تو پھر کعبہ تیرے لیے چل کر آئے --- اللہ اکبر، سوچنے اور فکر کرنے کی بات ہے۔

اب اس اللہ کی الوہیت کا ذکر ہے --- لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ --- اُس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اِلٰہَ کے معنی ہیں وہ جس کی عبادت کی جائے، جس کو سجدہ کیا جائے یعنی عبادت کے لائق صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام کمالات و مقامات اور عزتوں و شرافتوں کا منبع ہے۔ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے، سب اُسی نے پیدا کیا ہے۔ یہ تمام کائنات اور اس کا نظام اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید پر دلیل ہے --- لَا مُوْجُوْدَ اِلَّا اللہ --- حقیقت میں کوئی بھی وجود اس کائنات میں موجود نہیں۔ یہ جو کچھ بھی ہمیں ظاہری طور پر نظر آ رہا ہے اُس کے وجود مطلق کی بدولت ہے۔ اس تمام کارخانہ کائنات میں اس کی قدرت کارفرما ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے --- لا معبود الا اللہ --- کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، ہر قسم کی عبادت صرف اُسی کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توحید سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا ذکر کرنے کی توفیق دے --- آمین! کیونکہ ذکر حجابات کو دُور کرتا ہے، قلب و ذہن کو ایک بنا کر ایمان کامل پیدا کرتا ہے اور پھر جب اس کی آنکھوں سے پردے ہٹنے لگتے ہیں، تو وہ پکار اٹھتا ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران: ۱۹۱)

ترجمہ: اے ہمارے رب تو نے یہ بیکار پیدا نہیں کیا! پاکی تیرے لیے ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

یعنی ذِکرِ الٰہی کی بدولت جب مومن مقام مشاہدہ پر پہنچتا ہے تو کائنات کی کسی بھی چیز کو فضول نہیں جانتا۔ یہاں پر اسے ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ادراک حاصل ہوجاتا ہے تو دوسری طرف اسے اپنی کم مائیگی اور عاجزی وانکساری کا بھی احساس ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے کہ اے اللہ تیری ذات ہر قسم کے عیب، نقص اور عجز سے پاک اور اتنی کامل واکمل ہے جس میں کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی! اپنی پستی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت کے اقرار کے ساتھ پھر وہ دربارِ الٰہی

میں جہنم کی آگ سے بچنے کی دعا کرتا ہے۔۔۔سبحان اللہ! پیارے محبوب ﷺ نے ہمیں ایسے خدا کا پتہ دیا جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے مگر وہ خود دکھائی نہیں دیتا مگر اُن کو دکھائی دیتا ہے جو دیکھنے والے ہیں۔ایک شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے

در معکم صفتی فی انفسکم گفتی
از چشم نظر بازاں پردہ بہ چہ ساں کردی

یعنی **معکم** کا موتی ایسا جڑ دیا گیا ہے جو تمہارے اندر بولتا ہے اور اس طرح دنیا والوں کی نظروں سے چھپایا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ (الحدید: ۴)

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

اور ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے

وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریٰت: ۲۱)

اور تمہارے وجود میں (میری نشانیاں ہیں) تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور ہی آنکھیں ہیں جو اس جوہر کو دیکھتی ہیں۔حضور پاک ﷺ کی حدیث شریف ہے **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ** یعنی جس نے اپنے نفس کو سمجھ لیا اُس نے اپنے رب تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کیا۔ اور وہ کیسی ذات ہے کہ وہ جو اس کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں پھر بھی اسے دیکھ نہیں سکتے۔ یہ بھی اُس کی قدرت اور کمال ہے۔حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ نوے برس تک اللہ کی عبادت کرتے رہے پھر ایک دن یوں گویا ہوئے: اے اللہ جل جلالہٗ میں نے تو **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى** کہتے کہتے نوے برس گزار دیے، کسی وقت تو بھی بے حجاب سامنے آ کر فرمادے کہ اے بایزید اب سر اٹھا میں ہی وہ اعلیٰ ہوں۔یہ عاشقوں کی باتیں ہیں، وہ اپنی محبت اور عشق میں مگن ہوتے ہیں اور ملا بیچارہ ویسے ہی اُن پر غصے ہو جاتا ہے۔ (جاری ہے)

نعت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابوالاثر حفیظ جالندھری

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

سلام اے سرِ وحدت، اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم، انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ، یہی اشغالِ روحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

اگرچہ فَقْرُ فَخْرِی رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

احکام الٰہی[1]

صاحبزادہ محمد فاروق مرتضوی

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (البقرۃ: ۲۷۶)

ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو، اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اٰل عمران: ۱۰۹)

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اٰل عمران: ۱۱۴)

ترجمہ: اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہی لوگ صالح ہیں۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اٰل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں، اور غصہ پینے والے، اور لوگوں سے درگزر کرنے والے، اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اٰل عمران: ۱۹۱)

[1]: یہ سلسلہ وار مضمون قرآن پاک کی مختلف سورتوں سے منتخب آیات پر مشتمل ہے جو عبادات، اخلاقیات اور معاشرتی اصولوں جیسے موضوعات پر اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کو بیان کرتی ہیں۔ ادارہ

ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے، اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝٦٩ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (النساء:۷۰)

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (النساء:۸۵)

ترجمہ: جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساء:۹۲)

ترجمہ: اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کوئی مسلمان کو نادانستہ قتل

کرے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے، اور خون بہا کو مقتول کے لوگوں کو سپرد کیا جائے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے، تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا۔ اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے، تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کی جائے، اور ایک مسلمان مملوک آزاد کرنا۔ تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے، وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے، اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا (النساء: ۹۳)

ترجمہ: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے، اور اللہ نے اس پر غضب کیا، اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے تیار رکھا بڑا عذاب۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا (النساء: ۱۰۳)

ترجمہ: بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

وَلَا تَهِنُوۡا فِى ابۡتِغَآءِ الۡقَوۡمِ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ ۚ وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرۡجُوۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا (النساء: ۱۰۴)

ترجمہ: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں دکھ پہنچتا ہے، اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

لَا خَيۡرَ فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰٮهُمۡ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۢ بَيۡنَ النَّاسِ ؕ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ فَسَوۡفَ نُـؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا (النساء: ۱۱۴)

ترجمہ: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

(جاری ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی و مذہبی خدمات

حاجی تنویر احمد قادری مرحوم

مقاصد: جمعیت علماء پاکستان اس ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لیے کوشاں ہے اور اسی نے پوری قوم کو اس مقدس پروگرام سے سب سے پہلے واضح طور پر آگاہ کیا۔ اس منزل کے حصول کے لیے ہم درج ذیل بنیادی مقاصد کی جدو جہد کا عزم کرتے ہیں۔

۱: پاکستان میں قرآن وسنت کی مکمل پابندی کی جائے گی اور ہر مسلمان کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اسلامی تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کر سکے تا کہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل پا سکے۔

۲: ملک کے تمام باشندوں کو مساوی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے گی۔

۳: ملک کے مختلف حصوں میں بسنے والوں کے مابین محبت، اخوت اور ہمدردی کے جذبات بیدار کیے جائیں گے تا کہ نسلی، لسانی علاقائی، فرقہ ورانہ اور طبقاتی تعصّبات کا خاتمہ ہو۔

۴: ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کیا جائے جس میں ہر فرد سے انصاف ہو اور ملک کے مختلف حصوں کے باشندوں کے درمیان پایا جانے والی موجودہ تفاوت کم سے کم مدت میں ختم ہو جائے۔

۵: ظلم واستحصال اور ناانصافی کی ہر شکل کو مٹایا جائے۔

۶: زمین، محنت، سرمایہ اور دیگر ذرائع پیداوار کو تمام افراد کی بہتری کے لیے کام میں لایا جائے گا۔

۷: روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی قیمتوں کو عام آدمی کی قوت خرید کے اندر رکھنے کے لیے جامع منصوبہ

بندی کی جائے گی۔

۸: ہر شہری کو غذا، لباس، مکان، تعلیم اور علاج کی فراہمی کی ضمانت دی جائے گی۔

۹: ہر شہری، بلا امتیاز عہدہ و مرتبہ، قانون کی نظر میں یکساں ہو۔ ایک ایسی آزاد عدلیہ قائم کی جائے گی جو کسی دباؤ کے بغیر انصاف کے تقاضے پورے کر سکے۔

۱۰: خواتین کو شریعت کے مطابق ان کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی حقوق دیے جائیں گے تا کہ وہ معاشرے کی تعمیر میں مردوں کے ساتھ ساتھ مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

۱۱: ہماری یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ ملک کے تمام عہدوں پر وہی افراد فائز ہو سکیں جو بددیانتی سے پاک ہوں اور خود اپنی عملی زندگی سے ایمانداری، کفایت شعاری، عمدہ اخلاق اور سادہ بود و باش کا قابل تقلید نمونہ پیش کریں۔

۱۲: ایک ایسی آزاد خارجہ پالیسی اختیار کی جائے گی جو قومی امنگوں کے مطابق ملکی مفاد اور مکمل امن و سلامتی اور حقوق انسانی کی ضامن ہو۔ مسلم ممالک کے ساتھ نہایت قریبی دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو فروغ دینے اور عالم اسلام کے اتحاد کو مضبوط بنانے کے لیے ایسے مؤثر اقدامات کیے جائیں گے تا کہ ایک ایسا اسلامی بلاک تشکیل پا سکے جس کی ایک مشترکہ پارلیمنٹ ہو، جو امت مسلمہ کے اجتماعی مفادات بالخصوص معاشی، سیاسی اور دفاعی معاملات سے متعلق ایک قابل عمل مشترکہ پالیسی وضع کر سکے۔

۱۳: جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کی جدوجہد کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں گے تا کہ وہ اقوام متحدہ کی قرارداد کی روشنی میں آزادی کے ساتھ اپنے حق کا استعمال کر سکیں۔

۱۴: قبائلی علاقوں کے باشندوں کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق دیا جائے گا اور آزاد قبائل کی ترقی اور تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

۱۵: طلباء اور نوجوانوں کے مسائل پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔ ان کے روزگار کا خاص نظام وضع کیا جائے گا۔

۱۶: ہر صحت مند اور کام کے قابل شخص کے لیے روزگار کی فراہمی کا انتظام کیا جائے گا۔

۱۷: پاکستان میں معروف پارلیمانی طرزِ حکومت قائم کی جائے گی جو اسلامی شورائی نظام سے مطابقت رکھتی ہو جس کے انتخابات میں امیدواروں کے مقررہ حد سے زائد اخراجات پر پابندی ہو گی اور ہر شخص اپنا حق رائے دہی مکمل آزادی سے استعمال کر سکے گا۔

۱۸: تمام عدالتیں اپنے فیصلوں میں شریعت محمدی ﷺ کی پابند ہوں گی۔

۱۹: مزارعین، زرعی، صنعتی مزدور، غیر مالک کاشت کار اور چھوٹے دکاندار جو اس ملک کا حقیقی سرمایہ ہیں ان کے مسائل کے حل کو اولیت دی جائے گی۔

۲۰: ملکی انتظامیہ کی موجودہ خرابیوں کو دور کر کے ایک ایسا انتظامی ڈھانچہ تشکیل دیا جائے گا کہ اس کا ہر رکن دینی اور جمہوری تقاضوں کے مطابق ملک کا خادم بن کر اپنا فریضہ انجام دے سکے۔

دستور: (۱) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی ان تمام ترامیم کو منسوخ کر دیا جائے گا جس سے بنیادی حقوق متاثر ہوئے ہوں یا وہ شریعت سے متصادم ہوں۔

۲: صدر، وزیر اعظم اور دیگر مرکزی اور صوبائی ارکان حکومت کے وہ تمام اختیارات ختم کر دیے جائیں گے جو حکومت میں نیابت اور امانت کے اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں یا جن کے ذریعے انہیں عام ملکی قوانین سے بالاتر قرار دیا گیا ہو۔

۳: اس امر کی ضمانت دی جائے گی کہ کسی شہری کی آزادی شواہد و ثبوت کے بغیر سلب نہ کی جائے۔

۴: متناسب نمائندگی کے اصول پر ملک میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کا جمہوری عمل جاری رکھنے کی ضمانت دی جائے گی۔

۵: صوبوں میں احساس محرومی ختم کرنے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔

۶: اردو کو سرکاری زبان کے طور پر عملاً نافذ کیا جائے گا۔ عربی کو فروغ دیا جائے گا اور علاقائی زبانوں کو ان کا جائز مقام دیا جائے گا۔

ملکی قوانین: (۱) غیر اسلامی اور غیر جمہوری قوانین منسوخ کر دیے جائیں گے۔

۲: عدالتی نظام میں اس طرح اصلاح کی جائے گی کہ ایک جامع، مؤثر اور آزاد نظام عدل ہر شہری کو بلا تاخیر مہیا کرنے کی ضمانت دے سکے۔

۳: قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے دستوری فیصلے کو مؤثر بنانے کے لیے فوری طور پر ضروری قانونی قواعد وضوابط مرتب کیے جائیں گے۔

۴: شرعی اوامر اور نواہی کو قانونی شکل دے کر عملاً نافذ کیا جائے گا۔

۵: سمگلنگ، منشیات کے کاروبار اور ملاوٹ کے مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔

سقوطِ ڈھاکہ کے اسباب: ایک اعلیٰ اختیارات کا حامل عدالتی کمیشن قائم کیا جائے گا جو ۱۹۷۱ء کے سانحہ مشرقی پاکستان کی ذمہ داری کا تعین کرے گا اور اس کے ذمہ دار افراد پر مقدمات چلا کر عبرت ناک سزائیں دی جائیں گی۔

نیز ایک اعلیٰ اختیاری عدالتی کمیشن مقرر کیا جائے گا جو ۵ جولائی ۱۹۷۷ء تا ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کے مندرجہ ذیل معاملات کی چھان بین کرے گا اور بدعنوانیوں کے مرتکب ذمہ دار افراد پر حکومت مقدمہ چلا کر عبرت ناک سزا دے گی تا کہ آئندہ اس قسم کی ملک دشمن حرکات کا ازالہ ہو سکے۔

(الف): جو اختیارات عدالت عظمیٰ نے ۱۹۷۷ء میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو دیے تھے، ان سے کس حد تک تجاوز کیا گیا اور کون افراد اس حد تک ملوث تھے۔

(ب): چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے دوبارہ انتخابات کیوں ملتوی کیے، اس التواء کے ذمہ دار کون ہیں؟

(ج): سیاچین گلیشئر پر بھارتی افواج نے کیوں اور کس طرح قبضہ کیا؟ اس سانحہ کے ذمہ دار کون ہیں؟

(د): مارشل لاء کے دوران سیاسی اور غیر سیاسی سطح پر جو ظلم و زیادتی اور بدعنوانیاں کی گئیں، اس کی تحقیقات۔

انتظامیہ: (ا) انتظامیہ کو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضروریات اور تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے

ضروری اصلاحات اور تعمیری تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں گی۔

۲: سرکاری ملازموں کو ملازمت کا تحفظ دیا جائے گا اور کسی بھی ملازم کو صفائی کا موقع دیے بغیر ملازمت سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ نئے انتظامی ڈھانچے میں ماہرین فن اور پیشہ ورانہ قابلیت کو اہمیت دی جائے گی۔ فنی اور پیشہ ورانہ وزارتوں اور محکموں کے اعلیٰ عہدیدار ترجیحی بنیاد پر متعلقہ فن اور پیشے سے لیے جائیں گے۔

۳: سرکاری محکموں سے رشوت، خیانت، نااہل کام چوری اور دوسری بدعنوانیوں کو دور کرنے کے لیے فوری اور مؤثر تدابیر کی جائیں گی۔

۴: تنخواہوں کا متناسب ایک اور پانچ کے دائرے میں لایا جائے گا اور ماہرین اقتصادیات کا ایک مستقل کمیشن قائم کیا جائے گا جو اشیائے صرف کی قیمتوں کے پیش نظر حسب ضرورت تنخواہوں اور دیگر مراعات کی نئی شرح مقرر کرنے کا کام انجام دیتا رہے گا۔ کم تنخواہ پانے والے اہلکاروں کی تنخواہوں اور دیگر مراعات مثلاً رہائش وغیرہ کے انتظامات اور پنشن کی رقوم کا تعین اس طرح کیا جائے گا کہ ہر ملازم اور پنشنر باعزت اور باوقار زندگی بسر کر سکے۔

۵: انتظامیہ کے اخراجات کو کم کیا جائے گا۔ انتظامیہ کے افسران پر اپنی جائز آمدنی کے مطابق سادہ زندگی اختیار کرنے کی پابندی ہوگی۔

۶: موجودہ گریڈوں کی تعداد کم کر کے ہر درجہ میں تنخواہ، الاؤنس اور دیگر مراعات کا تعین اس طرح کیا جائے گا کہ تمام ضروریاتِ زندگی عزت، سہولت اور کفایت شعاری کے ساتھ باآسانی پوری کی جاسکیں۔

۷: سول سروس اکیڈمی کے نصاب میں اس طرح ترمیم کی جائے گی کہ وہاں سے تربیت پاکر نکلنے والے افراد اپنے آپ کو قوم کا خادم تصور کریں۔

۸: تنخواہ اور الاؤنس کے علاوہ رہائش، اندرون ملک علاج اور صرف سرکاری کام کے لیے ذرائع آمدورفت وسفر کے سوا کوئی فرد بشمول صدر، وزیر اعظم کسی اور ذاتی مراعات کا مستحق نہیں ہوگا۔

۹ (الف): اعلیٰ صوبائی اور وفاقی ملازمین کا تقرر پبلک سروس کمیشن کے ذریعے قابلیت اور استحقاق کی بنیاد

پر کیا جائے گا۔

(ب): ملازمین کے تقرر میں اہلیت اور تجربے کے ساتھ ساتھ اچھی شہرت، دینی شعور، عمدہ کردار اور خدا ترسی کو بھی پوری اہمیت دی جائے گی۔

(ج): صوبائی انتظامیہ کی آسامیوں پر متعلقہ صوبے کے افراد تعینات کیے جائیں گے، نیز ملازمتوں کی اس طرح ازسرنو تنظیم کی جائے گی کہ کسی ایک سروس کے افراد کو انتظامیہ میں بالادستی حاصل نہ ہو۔

۱۰ (الف): پولیس کے محکمے کو انقلابی تبدیلیوں کے ذریعے ایک عوام دوست، خادم خلق اور فرض شناس ادارہ بنا دیا جائے گا تاکہ پولیس کے ظلم اور زیادتیوں کی روک تھام ہو سکے۔

(ب): پولیس ملازمین کی معاشی حالت کو اس حد تک بہتر بنایا جائے گا کہ ہر ملازم باعزت، باوقار اور دیانتدار زندگی بسر کرنے کے علاوہ اپنا فرض منصبی بلا خوف و لالچ، دیانتداری اور جان فشانی سے ادا کر سکے اور رشوت کا سدباب ہو سکے۔

(ج): پولیس عملے کی ترقی میں محکمہ جاتی امتحانات اور کارکردگی کے ساتھ اخلاق، کردار اور اسلامی و دینی شعور کو اہمیت دی جائے گی۔

۱۱: جیل خانہ جات کو قیدیوں کی اصلاح کا ذریعہ بنانے کے لیے متعلقہ قوانین کو ازسرنو مرتب کیا جائے گا تاکہ جیل سے رہائی کے بعد قیدی اچھے شہری بن سکیں۔

۱۲: پاکستانی سفارت خانوں کی اصلاح کے لیے موثر اقدامات کیے جائیں گے۔ سفارت خانوں میں ایسے افراد کا تقرر کیا جائے گا جو نہ صرف امور خارجہ کے ماہر ہوں بلکہ سفارتی ذمہ داریاں بہ حسن وخوبی ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں اور پاکستان اور اسلام کی صحیح ترجمانی بھی کر سکیں۔ سفارتی افسران بیرون ملک پاکستانیوں کی صحیح رہنمائی اور جائز مدد کرنے کے پابند ہوں گے۔

(جاری ہے)

کیا بنے بات!

استاذ الشعرا مرزا اسد اللہ خان غالب

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات، جہاں بات بنائے نہ بنے

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہیں چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے
کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا
ہاتھ آویں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے
پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے
تم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

گذشتہ سے پیوستہ

سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہم درس کی نظر میں

الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب صدیقی مرحوم ایک مایہ ناز ماہر تعلیم تھے۔ آپ بانی مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کے ہم جماعت، ہم درس اور رفیق تھے۔لڑکپن سے لے کر عمر کے آخری ایام تک محبت والفت کا یہ رشتہ قائم رہا۔آپ کی زندگی، افکار وخیالات اور قطب عالم حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیتے وقت کے حوالہ سے آپ کی زریں یادوں سے قارئین ''الحسن'' کو مستفید کرنے کی غرض سے جب ادارہ ''الحسن'' نے انہیں انٹرویو کرنے کے لیے رابطہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''آپ ایک مفصل سوال نامہ مجھے دے دیں، میں پڑھ کر ان کے جوابات تحریر کر دوں گا۔'' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اب ان کا یہ تحریری انٹرویو قارئین کے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

دوسرے سال یعنی ۱۹۳۷ء میں حسب سابق جلوس برکات اور انوارِ الٰہیہ کی تجلیات کی نور پاشی کرتا ہوا نکالا گیا۔جلوس کے اختتام پر مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیر اہتمام جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت محمود الرحمٰن صاحب پیر صاحب چھوہر شریف (ہری پور، ہزارہ) نے کی۔اس میں جن علماء کرام نے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کے مبارک موضوعات پر اپنے عقیدت آگیں خیالات کا اظہار کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱: حضرت مولانا غلام دین صاحب، خطیب جامع مسجد لوکوشیڈ لاہور

۲: مولانا قاضی سیف الرحمٰن صاحب کرماوی

۳: مولانا عبدالودود سرحدی

۴: مولانا مولوی فضل الرحمان صاحب بھانہ ماڑی

۵: ناظم جلسہ مولانا مولوی عبدالحنان صاحب

اس سال بھی جلوس روایتی انداز میں شہر بھر کا چکر لگاتا ہوا حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد درس پر اختتام پذیر ہوا۔ جن مقتدر حضرات نے جلوس میں شرکت کر کے اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت دیا ان میں حکیم عبدالجلیل صاحب ندوی، مسلم لیگ کے سرگرم کارکن ملا جان محمد صاحب اور مشہور صحافی خانمیر جلال صاحب نمایاں تھے۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض مشہور نعت خوان اعظم چشتی، پشاور کے مشہور و معروف قوال میراں بخش صاحب، یکہ توت کے میاں محمد صاحب اور سرکی گیٹ کے عبدالرحیم صاحب نے سرانجام دیے۔

غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی یاد منانے کے لیے جس عاشقانہ رسم و راہ کی بنیاد ۱۹۳۰ء میں رکھی تھی وہ سلسلہ ۱۹۵۰ء تک انتہائی عقیدت و احترام اور جذب و شوق کے ساتھ بغیر کسی تعطل کے جاری رہا۔

حتیٰ کہ پشاور کے ایک معزز و محترم سید خاندان کے چشم و چراغ آغا سید ظفر علی شاہ صاحب نے اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے ۱۹۵۰ء میں ''ادارہ تبلیغ الاسلام'' کی بنیاد رکھی۔ اس کارِ عظیم میں صاحب طریقت علماء کرام نے ان کی رہنمائی کے فرائض سرانجام دیے۔ اس ادارے کی کارکردگی کے طریق کار کا اہتمام بڑے منظم اور جامع اور باوقار انداز میں کیا گیا جو اللہ جل جلالہ کے فضل و کرم اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت سے اپنی عمر کی نصف صدی مکمل کر چکا ہے۔ اس مبارک ادارے کی تشکیل و تنظیم کے سلسلے میں مولوی جی کی تنظیمی صلاحیتوں سے بھرپور انداز میں رہنمائی حاصل کی گئی۔ حضرت جی کے مریدوں اور عقیدت مندوں نے نیز عام مخیر اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار حضرات نے اس کار خیر میں تن من دھن سے مدد کر کے ننھے پودے کی آبیاری کی جو آج بفضل خدا تناور درخت کی شکل

میں سرسبز اور ثمر بار ہو چکا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سوال: آپ لوگوں نے بزم اقبال بھی بنائی تھی اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب: آج سے تقریباً ۶۰ سال پہلے یعنی ۱۹۶۰ء کے عشرے میں مولوی جی کے مشورے سے علامہ اقبال کے کلام کو عام کرنے کے لیے بزم اقبال کی تشکیل کی گئی۔ اس تنظیم کے سربراہ مولوی جی صاحب، راقم الحروف معتمد خاص اور صوفی محمد الیاس صاحب معتمد نشر و اشاعت اور اراکین میں مولوی تاج محمد صدیقی اور چند دیگر شرکاء درس تھے۔

بزم اقبال کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے علامہ اقبال کے فکر وفن کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ قارئین علامہ اقبال کے کلام کی اہمیت کا اندازہ کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال کو شاعری میں تعلیمات اسلامیہ کے لحاظ سے ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ انہوں نے روایتی شاعری سے ہٹ کر قومی و ملی شاعری کی داغ بیل ڈالی۔ آپ نہ صرف ایک باکمال شاعر تھے بلکہ حکیمانہ اندازِ فکر کے مالک تھے۔ علامہ اقبال ایسے دور میں پیدا ہوئے جب عام مسلمان انحطاط کا شکار ہو چکے تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانان ہند ابنائے وطن کے مقابلے میں تعلیمی لحاظ سے بہت پست ماندہ تھے۔ اسی کم علمی کی بنا پر مسلمان ہر شعبہ حیات میں اپنے آپ کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے سے قاصر تھے۔

دین کے ساتھ ساتھ وابستگی برائے نام تھی۔ مسلمان تقدس وتقویٰ اور رشد و ہدایت کا آفاقی سبق بھول چکے تھے۔ اس لیے کارزارِ حیات میں عزت واحترام اور عزت و مرتبہ کا بلند مقام کھو بیٹھے تھے۔

اقبال نے جب دیکھا کہ مسلمانوں میں حصول علم سے بے رغبتی، قومی اور ملی تقاضوں سے بے اعتنائی، ذوق یقین کا فقدان اور احساس محرومی پر مجرمانہ قناعت کا رجحان پایا جاتا ہے تو بدیدہ پرنم یوں نوحہ کناں ہوئے:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سر دارا
سنو میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارہ
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسماں نے ہم کو دے مارا

علامہ اقبال نے اپنے اشعار کے ذریعے مسلمانوں کے مضمحل اور خوابیدہ وجود میں ایمان و ایقان کی حرارت اور عزم و استقامت کی روشنی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے ایمان افروز کارناموں کو اشعار کا خوبصورت لبادہ پہنا کر پیش کیا تا کہ جذبہ ایمانی کو متحرک و فعال بنایا جا سکے اور دل و دماغ کے اندر جینے کی تڑپ پیدا کی جائے۔

فرماتے ہیں:

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کی مرض کہن کا چارہ

شاعر مشرق ایک نابغہ روزگار ہستی تھے۔ انہوں نے مسلمانانِ ہند کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے خود شناسی کا درس دیا، جسے وہ خودی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ علامہ خودی کی عظمت اور اہمیت کو کتنے پیارے انداز میں بیان کرتے ہیں:

از محبت چوں خودی محکم شود
قوتش فرمانده عالم شود

یعنی جب خودی کا جذبہ عشق (الٰہی) اور محبت (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بدولت پختہ و مستحکم ہو جاتا ہے تو اس کی

قوت زمانے کی فرمانروائی کے فرائض سنبھال لیتی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر علامہ اقبال مسلمانوں کو جہانبانی کے اصول بتاتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، شجاعت کا، عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

علامہ اقبال کے انہی گراں قدر تصورات اور پیغامات کو عام کرنے اور مسلمانوں کو اپنے کھوئے مقام کو پھر سے پا لینے کی تڑپ نے بزم اقبال کی تشکیل کے سلسلے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

طلباء و طالبات اور عوام الناس میں علامہ اقبال کے حکیمانہ کلام کی سہل اور عام فہم زبان میں تشہیر و ترویج کے لیے محافل ادب منعقد کی جاتی تھیں۔ یہ ادبی نشستیں ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہوار ہوا کرتی تھیں۔ ان میں زیادہ تر سکول کے طلباء اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس کے رفقاء ذوق وشوق سے شریک ہوتے۔ ان نشستوں میں مقررین قرآن و حدیث کی روشنی میں حکیم الامت کے کلام کے اسرار و معارف کی وضاحت کرتے۔ ان محافل ادب میں شریک سامعین کے دل و دماغ پر کلام اقبال کا گہرا نقش ثبت ہونے لگا اور ان کے شعور و آگہی میں وسعت و گہرائی پیدا ہونے لگی۔ یہی بزم اقبال کے قیام کے اغراض و مقاصد تھے جنہیں مکمل طور پر شرمندہ تعبیر ہونے کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر انتہائی خلوص اور جذب وشوق کے ساتھ جدوجہد کی ضرورت ہے کیونکہ بقول علامہ اقبال:

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

سوال: قبلہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت درس و تدریس سے مولوی جی نے کیا اثرات قبول کیے؟

جواب: اس سے پہلے کہ مولوی جی کا ذکر خیر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کے علمی اور روحانی مرتبہ و مقام کا اجمالاً تعارف کرایا جائے جو انہیں شریعت و طریقت کے میدان میں حاصل تھا۔

قبلہ حافظ صاحب نے وقت کے عظیم المرتبت علماء کرام سے علم و عرفان میں اکتساب فیض کیا تھا۔ آپ نے ۱۲ برس کی عمر میں جناب حافظ خان محمد صاحب آسیا والے سے قرآن پاک حفظ کیا۔ صرف ونحو،

فقہ اور دیگر درسی کتب حضرت کو مولانا بجوڑ ملا صاحب سے پڑھیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اور علوم متداولہ کی تکمیل مولانا مولوی پیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ ڈھکی نعل بندی سے کی۔ پھر محدث جلیل حضرت مولانا مولوی محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرس محلہ جٹاں کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاحِ ستہ کا مکمل دورہ کیا اور سند حدیث حاصل کی۔ طریقت میں آپ حضرت امیر شریعت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دست گرفتہ تھے۔

اس زمانے میں دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے کے لیے شدھی سنگٹن تحریک شروع کی تھی۔ حضرت امیر شریعت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے ہندوؤں کے ناپاک عزائم کو ناکام و نامراد بنانے کے لیے تقریباً پچاس علماء کرام کے ہمراہ تمام ہندوستان کا دورہ کیا۔ جگہ جگہ مسلمانوں کے جم غفیر کے سامنے اسلام کی عظمت اور بزرگی کا بیان کیا جاتا تھا۔ تبلیغ وارشاد کے ان اجتماعات میں قبلہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ کو خاص وعام انتہائی ذوق وشوق سے سنتے تھے۔ پانچ ماہ تک وعظ ونصیحت کا یہ سفر مسلسل جاری رہا۔ آپ کی انتھک مساعی اور پراثر مواعظ کو دیکھتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے آپ کو رئیس الوعظین کا لقب عطا فرمایا۔ چنانچہ انہی علماء کرام کی مساعی جمیلہ کے طفیل دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم خاک میں مل گئے اور وہ مسلمانوں کو دین حق سے منحرف کرنے میں بری طرح ناکام رہے۔

مولوی جی صاحب کو استعارہ کی زبان میں ایک ایسی متجسس، متحرک اور متبرک نحل سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس نے ہر رنگ و بو کے پھول سے رس چوسا، ہر مکتب فکر کے خوشوں سے ست حاصل کیا اور ہر نقطہ نظر کے شگوفوں سے جوہر حاصل کر کے عسل مصفّٰی کا ذخیرہ جمع کیا۔ آپ کی ذات میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حریت اور فکر ونظر، مولوی گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مانند حدیث نبوی میں ژرف نگاہی اور دوسرے جید علماء کی طرح صرف ونحو، منطق وفقہ میں بصیرت کی گہرائی پائی جاتی تھی۔

(جاری ہے)

ابن عربی اور ابن العربی

تحقیق: سید صبغت اللہ سہروردی

اگرچہ معناً و مفہوماً ہر دو الفاظ میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن دو ہم نام شخصیات میں فرق روا رکھنے اور التباس سے بچنے کے لیے بالخصوص دنیائے مشرق میں اہل علم یہ تفریق ضرور رکھتے ہیں۔

ابن عربی: محمد بن علی بن محمد، لقب محی الدین، شیخ اکبر، کنیت ابو عبداللہ اور ابوبکر، ۵۶۰ھ (مطابق ۲۸ جون۔ ۱۱۶۵ء) میں اندلس کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے اور ۶۳۸ھ (مطابق ۱۶ نومبر۔ ۱۲۴۰ء) میں وفات فرمائی۔ قبیلہ بنو طے سے تعلق تھا اور حاتم طائی کی نسبی اولاد ہونے کی وجہ سے حاتمی بھی مشہور ہیں۔ ابنِ عربی کی مشہور کتابیں فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں۔

ابن العربی: محمد بن عبداللہ بن محمد المعافری قاضی ابوبکر ابن العربی یہ بھی اندلس کے عالم تھے اور ۴۶۸ھ میں اشبیلیہ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴۸ء میں فوت ہوئے اور ان کی معروف کتابیں احکام القرآن، کتاب المتکلمین اور اعیان الاعیان وغیرہ ہیں۔ امام غزالی کے شاگرد تھے لیکن ابن کثیر کے مطابق اپنے استاد کے سخت ناقد اور ان کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ غزالی کے پیٹ میں فلسفہ ایسا گھسا ہے کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتا اور قاضی ابوبکر ابن العربی کی اپنے استاد کے متعلق شروع ہونے والی شقاوت اس قدر بڑھتی چلی گئی کہ انھوں نے ناصبیت اور بغض اہل بیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہ قول ابن خلدون یہاں تک فتوی صادر کر دیا کہ قتل الحسین بشرع جدہ یعنی حسین کو ان کے نانا کی شریعت کے مطابق قتل کیا گیا ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی کی اسی ناصبیت کی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی فتاوی عزیزی میں لکھا ہے کہ "نواصب محض عداوت امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم و ذریت طاہرہ او شعار خود دارند و از متاخرین حافظ مغربی نیز ناصبی است"۔ یعنی نواصب نے محض علی المرتضی اور ان کی پاک اولاد کی دشمنی کو اپنا شعار بنایا ہے۔ متاخرین میں حافظ مغربی (قاضی ابوبکر ابن العربی) بھی ناصبی ہے۔

شہداءِ اہل سنت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی تبلیغ کا سہرا صوفیائے کرام کے سر ہے اور آج بھی مشائخ عظام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے رشد و ہدایت کا فریضہ خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ انہی جلیل القدر مشائخ میں ایک نمایاں نام شیخ المشائخ حضرت شیخ گل صاحب قادریؒ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ پیروخیل، ضلع خیبر کا ہے۔

آپ نے اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عوام الناس کو دینی تعلیم سے بہرہ مند کرنے کے لیے حیات آباد پشاور میں ''دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ'' قائم فرمایا اور اس کے زیر اہتمام قبائلی ضلع خیبر (سابقہ خیبر ایجنسی) میں دینی مدارس کا جال بچھایا تاکہ ہر بچہ دینی تعلیم سے آراستہ ہو۔ اس نظام کو چلانے کے لیے آپ نے اپنے خاندان کے افراد کو تیار کیا جو خلوص کے ساتھ تدریس اور نگرانی کے فرائض انجام دیتے رہے، جبکہ اخراجات آپ اپنی خانقاہ کے لنگر سے پورے کرتے رہے، جو ایک عظیم دینی اور انسانی خدمت ہے۔

افسوس کہ یہ پرامن تعلیمی سلسلہ دشمنوں کو گوارا نہ ہوا۔ ۲۱ مئی ۲۰۰۸ء کو اس نظام کو سبوتاژ کرنے کے لیے تدریسی ٹیم کے سربراہ اور معاونین کو شہید کر دیا گیا جب وہ اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے لیے دارالعلوم جا رہے تھے۔ جامِ شہادت نوش کرنے والوں میں حضرت شیخ عبدالعظیم صاحب، مولانا محمد نورالدین قادری، مولانا محمد ہمایوں قادری اور حاجی محمد سلیم قادری شامل ہیں۔

مجلہ ''الحسن'' میں شہدائے پیروخیل اور اس خانوادے کی خدمات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ادارہ ان تمام حضرات کا شکرگزار ہے جنہوں نے اس موضوع پر اپنی تحریریں ارسال فرمائیں اور جن کے تعاون سے یہ رسالہ منظر عام پر آیا ہے۔

(ادارہ)

باغبانانِ پنج روزہ

محمد شاہد وودو قادری

یہ جمعرات ۲۰ مئی ۱۹۹۹ء کی بات ہے۔ میں ایل ایل بی سال دوم کے سالانہ امتحانات میں مگن تھا۔ مجھے ٹیلیفون کال آئی، یہ من موہنی آواز میری سماعتوں سے ٹکرانے سے مجھ پر آشکارا ہوا کہ یہ پیکر اخلاص ومحبت جناب علامہ محمد نورالحق قادری تھے۔ فرمانے لگے کہ کل بروز جمعۃ المبارک بعداز نمازِ جمعہ جامع مسجد الزرعونی حیات آباد کا افتتاح ہے اورتم نے وہاں نظامت کے فرائض سرانجام دینے ہیں۔ میں چاہتے ہوئے بھی اس مجسمۂ شفقت وعنایت کو قطعاً یہ کہہ نہ سکا کہ کل میرا اس سال کا مشکل ترین پرچہ ہے بلکہ ''الامر فوق الادب'' کے مصداق فوراً ہامی بھرلی۔

اگلے دن پرچہ دینے کے بعد صدر سے سیدھا حیات آباد گیا۔ مسجد میں ایک جم غفیر تھا۔ مشائخ عظام، علماء کرام اور ثناء خوانانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک کہکشاں مسجد میں موجود تھی۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد سردار مہتاب احمد خان نے مسجد کا افتتاح کیا۔ نماز جمعہ کا خطبہ پڑھا گیا اور پھر نماز جمعۃ المبارک ادا کی گئی۔ نماز کی ادئیگی کے دوران واللہ باللہ میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے کیونکہ مجھے یہ جم غفیر دیکھ کر اوراوپر سے قاری صاحب کی نماز میں تلاوت سن کر یہ گمان ہورہا تھا کہ شاید میں مسجد الحرام میں جناب ڈاکٹر قاری عبد الرحمٰن السدیس، امام کعبہ کی اقتداء میں نمازِ جمعۃ المبارک ادا کررہا ہوں۔ اسی وقت میرے دل نے کہا کہ جتنی خوبصورت مسجد ہے اتنا ہی دلکش امام ہے۔ جس کا حسن ووجاہت، لہجہ وانداز اور قرات وتجوید ایسی شاندار کہ یہی شخص ایسے عالیشان خانۂ خدا کے منبر ومحراب کی زینت بننے کے لائق ہے، جس کا ایک ایک لفظ اس کے منہ سے نکلتے ہی ہر مقتدی کے دل میں اتر رہا تھا۔

مولانا محمد نورالدین القادری شہید: یہ قاری قرآن، زینت القراء، عالم باعمل استاذِ اجل حضرت الحاج علامہ مولانا قاری محمد نورالدین القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے اس دن کے بعد بخدا

پشاور کی حیات آباد جیسے اہل ثروت کے علاقے کو اپنی آواز کے سحر سے ہمیشہ کے لیے مسحور اور اپنے جانے کے بعد نہ صرف اس علاقے بلکہ اپنے ان گنت چاہنے والوں کو مغموم کر دیا۔ ایک عالم ہر جمعۃ المبارک کو اپنی مصروفیات ترک کر کے اس مردِ خداوند کی اقتداء میں قرآنِ پاک کی تلاوت نمازِ جمعۃ المبارک کی فقط دو رکعات فرض میں سننے کی خاطر جامع مسجد الزرعونی آتا۔ ان کی اندوہناک موت نے مسجد الزرعونی اور جامعہ جنیدیہ غفوریہ، جہاں بڑی کم عمری میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر وہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے تھے ہر دو کو ویران، سنسان اور گریہ کناں کر دیا۔

ایک عالم باعمل کی موت نے گویا ایک عالم کو مبہوت کر دیا ہے -- مَوْتُ الْعَالِمِ مُصِيبَةٌ لَّا تُجْبَرُ (طبرانی)۔ علماء کرام بھی آتے جاتے رہیں گے لیکن محمد نور الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسا باکمال عالم دین کہاں جس کی جوانی --- در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است --- کی عملی تفسیر تھی۔ شیوخ الحدیث بھی پیدا ہوں گے مگر حدیث کو دل و دماغ میں الفت و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبے کے ساتھ راسخ کرنے والے محمد نور الدین القادری رحمۃ اللہ علیہ جیسے حدیث شناس کو پیدا ہونے کے لیے پتہ نہیں کتنا وقت درکار ہے۔ خوش الحان قراء قرآن بھی جنم لیں گے مگر آنکھوں سے آنسوؤں کی موتی جیسی لڑی سے لے کر ہچکیاں بندھانے والی محمد نور الدین القادری رحمۃ اللہ علیہ جیسی آواز سننے کے لیے چرخِ فلک کو نہ جانے کتنے ہی چکر کاٹنے پڑیں گے۔ ایسی تلاوت فرماتے کہ اللہ اکبر۔

ایک مرتبہ نماز جمعۃ المبارک کے بعد جامع مسجد الزرعونی ہی میں کل پاکستان محفل نعت کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں دیگر ثناء خوانانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ عالمی شہرت یافتہ قاری اور نعت خوان جناب الحاج قاری وحید ظفر صاحب قاسمی بھی موجود تھے۔ قاری صاحب موصوف جناب الحاج علامہ مولانا قاری محمد نور الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز جمعۃ المبارک پڑھنے کے بعد جب ان سے مصافحہ و معانقہ فرما رہے تھے تو ان جیسے قرات شناس کے الفاظ تھے ''کیا خوب قرآن پڑھا ہے''

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا دے کر
اب نہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

زینت القراء شیخ الحدیث حضرت الحاج علامہ مولانا محمد نورالدین القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ اوائل ۱۹۷۶ء میں پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت الحاج پیر حافظ عبد المالک صاحب القادری مدظلہ العالی کے ہاں پیروخیل شریف لنڈی کوتل خیبر ایجنسی میں تولد ہوئے۔ شیخ المشائخ حضرت الحاج شیخ گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دادا اور مرشد تھے۔ چنانچہ آپ کی پرورش جن عالی ہاتھوں میں ہوئی اس بابت یہی کہنا کافی ہے کہ آپ پروردۂ آغوشِ ولایت تھے۔ تعلیمی زندگی کے ابتدائی تین سال اپنے آبائی علاقے میں گزارنے کے بعد آپ کو صدر الافاضل، شیخ المدرسین حضرت العلامہ ابوالفضل محمد فضل سبحان صاحب قادری مدظلہ العالی کی نگرانی بقیہ منازلِ علمی طے کرنے کی غرض سے بغدادہ مردان بھیج دیا گیا۔ گورنمنٹ پرائمری سکول بغدادہ مردان سے چہارم اور پنجم کے امتحانات پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بغدادہ میں جماعت ششم تا دہم متعلم رہے۔

سکولِ مذکورہ سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد فضل سبحان صاحب قادری مدظلہ العالی کے مدرسہ جامعہ قادریہ بغدادہ مردان میں درجۂ اوّل میں داخلہ لیا۔ مولانا موصوف سے صحاحِ ستہ، منطق اور اصول حدیث میں اکتسابِ علم کیا۔ فقہ میں آپ کے دیگر اساتذۂ کرام میں مولانا کفایت اللہ صاحب، مولانا بخت زمان صاحب، مولانا عالم زیب صاحب اور مولانا نور محمد صاحب وغیرہم شامل ہیں۔ دریں اثنا آپ نے حضرت علامہ مولانا محمد فضل سبحان صاحب قادری مدظلہ العالی کے ایک دیرینہ ساتھی جناب قاری محمد افضل چترالی سے فن تجوید القرآن سیکھنے کے ساتھ ساتھ قاری صاحب موصوف سے قرات کی مشق بھی کی۔

گذشتہ سطور میں جناب قاری محمد نورالدین صاحب القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار قرات کا تذکرہ کیا گیا اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ بڑی کثرت کے ساتھ ڈاکٹر قاری عبدالرحمٰن السدیس امام کعبہ کی تلاوت سنتے بلکہ دوران سفر گاڑی کے اندر بھی قاری صاحب موصوف کی تلاوت کی کیسٹس سماعت فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری عبدالرحمٰن السدیس کا لہجہ آپ کی تلاوت میں عیاں تھا۔ آپ کی ذہنی استعداد اس قدر تیز اور خوب تھی کہ درسِ نظامی کی اکثر کتب آپ نے معیادِ مقررہ سے بہت پہلے ختم

فرمائیں۔ مثال کے طور پر درسِ نظامی کے ساتویں درجے میں پڑھائی جانے والی علم میراث کی مشہور کتاب ''السراجی'' جو کہ عام طور پر طلباء دو برس میں مکمل کرتے ہیں آپ نے فقط آٹھ ماہ میں مکمل فرمائی۔ چنانچہ الشہادۃ العامہ (میٹرک)، الشہادۃ الخاصہ (انٹر) اور الشہادۃ العالیہ (گریجویشن) تک کی منازل آپ نے جامعہ قادریہ مردان میں طے کیں جبکہ الشہادۃ العالمیہ (جو ایم اے عربی و اسلامیات کے برابر ہے) کا امتحان آپ نے ۲۰۰۰ء میں تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے پاس کیا۔

سن ۱۹۹۷ء میں حضرت علامہ مولانا ابوالطفیل حافظ عبدالعظیم قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دختر فرخندہ اختر سے آپ کا نکاح مسنونہ ہوا جس سے اللہ رب العزت نے آپ کو چار بیٹے اور ایک بیٹی ودیعت فرمائی۔ اس سے پہلے ہی ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم قادریہ مردان سے دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد آپ نے دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ نزد انڈسٹریل سٹیٹ حیات آباد پشاور میں باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز فرمادیا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت سے لے کر شہادت کے منصب پر فائز ہونے تک آپ نے دارالعلوم مذکورہ اس بابت کسی قسم کی تنخواہ یا مراعات وصول نہ کیں بلکہ یہ بات بلا مبالغہ مندرج کیے جارہا ہوں کہ فنافی الدرس تھے۔ اوقات درس میں کسی سے بنفس نفیس ملنا تو درکنار موبائل فون بھی بند رکھتے۔

آپ کی ذاتی لائبریری میں موجود دنیا بھر سے ہدیہ کیے گئے نادر ومفقود تراجم وتفاسیر، کتب سیر اور کتب احادیث وشروح آج بھی آپ کی علم دوستی پر دال اور شاہد ہیں۔ دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ حیات آباد پشاور اور جامعہ نعمانیہ جمرود ہر دو مدارس کے شعبۂ تعلیمات کے سربراہ تھے۔ روزانہ بلا ناغہ سہ پہر جامعہ نعمانیہ جمرود تشریف لے جاتے اور وہاں اپنے متعلقہ شعبہ کی ذمہ داریاں نبھاتے۔ سن ۲۰۰۴ء سے جامعہ جنیدیہ غفوریہ حیات آباد پشاور میں بطور شیخ الحدیث فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے۔ جامعہ مذکورہ میں صحاحِ ستہ کے استاذ تھے۔ اللہ رب العزت نے زبان عربی کی غیر معمولی استعداد عطا فرمائی تھی۔ اس قدر معروف ترین دورانیہ حیات اور دروس میں فنائیت کے باوجود رات کے وقت بندوبستی اور قبائلی ہر دو علاقہ جات میں منعقدہ محافل میلاد میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت فرماتے اور سامعین کو عقیدۂ حق سے متعلق مسائل یوں سمجھاتے جیسے کسی کمسن کو حروف تہجی سکھائے جاتے ہیں۔ آپ کے پند و وعظ

میں علمیت کے ساتھ ساتھ جوشِ خطابت بھی عیاں ہوتا۔ جامعہ جنیدیہ غفوریہ، جامعہ نعمانیہ اوران سے ملحقہ کم وبیش سینتالیس مدارس کے طلباء کی عملی شخصیت سازی کے لیے ''بزمِ ارشاد'' کے نام سے ایک غیر سیاسی تنظیم بھی قائم فرمائی جس کے تحت ہر تعلیمی ہفتے کے اختتام پر طلباء کے مابین عربی، اردو، پشتو، فارسی اور انگریزی زبانوں میں قرات، نعت خوانی، مباحثوں اور تقاریر کے مقابلوں کا انعقاد کیا جاتا۔

یہ سلسلہ سال بھر جاری رہتا اور پھر ربیع الاول شریف کے مہینے میں جامعہ جنیدیہ غفوریہ حیات آباد میں سالانہ مقابلوں کا انعقاد کیا جاتا۔ مطالعہ کا اس قدر جنون تھا کہ آپ کے والد محترم حضرت الحاج پیر حافظ عبدالمالک صاحب القادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کے ایک روز میں نے اپنے بیٹے محمد نورالدین القادری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ بیٹے تم روزانہ پیروخیل سے حیات آباد مدرسہ جاتے ہوئے کتب احادیث ساتھ لیے ہوتے ہو اور یہی کام واپسی پر حیات آباد سے پیروخیل آتے ہوئے کرتے ہو، اس طرح تمہیں بھی تکلیف ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر کتب احادیث کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے، ایسا کرو کہ ان کتب کا ایک ایک اضافی سیٹ اپنے پاس رکھ لو۔ جواباً عظیم بیٹے محمد نورالدین القادری رحمۃ اللہ علیہ نے مودباً عرض کی کہ ابا جان روزانہ آنے جانے کے دوران سفر میں ہمارا ایک ایک گھنٹہ ضائع ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے مطالعہ حدیث میں صرف کرتا ہوں ۔۔۔ اللہ اکبر۔ جس وقت جناب حضرت الحاج علامہ محمد نورالدین القادری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے سسر، چچا اور پھوپھا کے ہمراہ شہید کیا گیا تو اس وقت بھی اس جنتی قافلے کے سینوں پر کتب احادیث سجی ہوئی تھیں

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

مولانا محمد ہمایون صاحب القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ: حضرت الحاج علامہ مولانا محمد ہمایون صاحب القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پیروخیل شریف لنڈیکوتل خیبر ایجنسی میں اوائل ۱۹۷۶ء میں شیخ المشائخ حضرت الحاج شیخ گل صاحب مبارک دامت برکاتہم العالیہ کے آنگن میں آنکھ کھولی۔ حضرت

صاحب موصوف آپ کے والد اور شیخ طریقت تھے۔ ابتدائی تین جماعتیں پیرو خیل شریف کے سکول میں پڑھنے کے بعد آپ صدر الافاضل شیخ المدرسین حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد فضل سبحان صاحب قادری مدظلہ العالی کی نگرانی میں بقیہ منازلِ علمی طے کرنے کی غرض سے بغدادہ مردان تشریف لے آئے۔ گورنمنٹ پرائمری سکول بغدادہ سے چہارم اور پنجم جبکہ گورنمنٹ ہائی سکول بغدادہ سے ششم تا دہم کے امتحانات پاس کیے۔ اس سکول کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ آپ، آپ کے برادرِ خورد حضرت علامہ مولانا عبدالباسط صاحب قادری مدظلہ العالی اور حضرت الحاج علامہ مولانا محمد نورالدین صاحب القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے سکول کے زمانۂ طالب علمی میں بڑے خوش الحان نعت خواں تھے۔

آپ ہر سہ صاحبانِ محترم بڑی خوش الحانی کے ساتھ اکٹھے یعنی کورس میں نعت شریف پڑھتے جس سے ایمان کو تازگی اور روح کو ولولۂ تازہ نصیب ہوتا۔ چنانچہ سکول کے دورانیہ اکتساب علمی میں آپ تینوں صاحبانِ محترم نے نعت خوانی کے کئی مقابلے بھی جیتے۔ آپ کے خانوادۂ عالیہ سے سرزمین بغدادہ (مردان) میں برائے تحصیل علم وارد ہونے والے آپ کے پیشرو جناب حضرت الحاج علامہ ڈاکٹر پیر محمد نورالحق صاحب القادری (سابقہ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور) گورنمنٹ ہائی سکول بغدادہ مردان سے تقاریر کے مقابلوں میں حصہ لے کر نمایاں پوزیشن حاصل کرتے رہے تھے جبکہ آپ مدظلہ العالی کے بعد اسی سکول سے حضرت الحاج علامہ مولانا محمد ہمایون صاحب القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ، جناب الحاج علامہ مولانا عبدالباسط صاحب القادری مدظلہ العالی اور حضرت الحاج علامہ محمد نورالدین صاحب القادری رحمۃ اللہ علیہ مقابلہ ہائے نعت خوانی میں اپنا مقدر اور اس سکول کا ریکارڈ چمکاتے رہے۔

چنانچہ میٹرک کا امتحان سکول مذکورہ سے پاس کرنے کے بعد حضرت الحاج علامہ مولانا محمد ہمایون صاحب القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم قادریہ بغدادہ (مردان) میں باقاعدہ داخلہ لیا جہاں آپ نے مہتمم مدرسہ مذکورہ صدر الافاضل شیخ المدرسین حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد فضل سبحان صاحب قادری مدظلہ العالی سے صحاحِ ستہ، منطق اور اصولِ حدیث جبکہ مولانا کفایت اللہ صاحب، مولانا بخت زمان صاحب، مولانا عالم زیب صاحب اور مولانا نور محمد صاحب وغیرہم سے فقہ پڑھا۔ آپ نے اسی مدرسہ

سے الشہادۃ العامہ (میٹرک)، الشہادۃ الخاصہ (انٹر) الشہادۃ العالیہ (گریجویشن) تک تعلیم حاصل کی جب کہ الشہادۃ العالمیہ (جو کہ ایم اے عربی وایم۔اے اسلامیت کے برابر ہے) کا امتحان آپ نے ۲۰۰۶ء میں تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے پاس کیا۔سن ۱۹۹۷ء میں ڈاکٹر محمد یونس شنواری صاحب کی دختر نیک اختر کے ساتھ رشتہ ازواج میں منسلک ہوئے جن سے اللہ رب العزت نے آپ کو پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔آپ کے ایک بے تکلف دوست حضرت صاحبزادہ فضل ربانی ابن حضرت مولانا حضرت مولانا فضلِ سبحان صاحب قادری مدظلہ العالی نے راقم کو بتایا کہ میں نے ایک روز ازراہِ تفنن جناب حضرت الحاج علامہ مولانا محمد ہمایون صاحب القادری شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ دوسری شادی کر لیں شاید آپ کو خدا اس سے نرینہ اولاد دے دے تو آپ نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا کہ کچھ بھی ہو جائے میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اپنی رفیقۂ حیات سے بہت زیادہ پیار ہے۔

آپ نے ۱۹۹۶ء میں جامعہ قادریہ مردان سے دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد جامعہ جنیدیہ غفوریہ نزد انڈسٹریل سٹیٹ حیات آباد پشاور میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے جہاں آپ فنون پڑھاتے اور صد آفرین کہ روزِ اول تا دمِ شہادت تنخواہ یا مراعات کی بابت ایک پیسہ بھی مدرسے کے خزانہ سے وصول نہیں کیا۔جامعہ جنیدیہ غفوریہ نزد انڈسٹریل سٹیٹ حیات آباد پشاور کے مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ جامعہ نعمانیہ جمرود کے مالی امور کے انچارج بھی تھے۔انتہائی تقویٰ دار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند انسان تھے۔علاوہ ازیں قدرتِ خداوندی نے آپ کی شخصیت میں تین خوبیاں بدرجہ اتم ڈال رکھی تھیں جن کا ذکر مختصراً کر دیا جاتا ہے۔

اولاً آپ کے اندر عجز وانکساری اور منکسر المزاجی کا ایک کمال تھا۔جتنی بڑی شخصیت کے مالک اور جتنے عالی النسب تھے اسی قدر جھکے اور مٹے ہوئے انسان تھے۔راقم نے آپ کو لاتعداد محافل میں مجمع کے اندر عوام میں گھلے ملے اور جبین نیاز جھکائے بیٹھے دیکھا۔بخدا دیکھنے والوں کو گمان ہی نہ ہوتا کہ یہ کلی بھی گلشن حضرت حاجی گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مہکار کی غماز ہے۔

ثانیاً آپ نے ایسی ملیحانہ طبیعت پائی تھی کہ ایک بار ملنے والا پہلی ہی ملاقات میں اس قدر متاثر ہو

جاتا کہ دوبارہ بلکہ بار بار ملنے کی حسرت کرتا۔ اور ثالثاً آپ کی خوش الحانی اور اس پر طرفہ اس خوش الحانی کا نصیب دیکھیں کہ شہادت سے پیشتر تین برس آپ نے براعظم افریقہ کے ممالک لیبیا اور یوگنڈہ میں ہر برس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر منعقدہ عالمی کانفرنسوں میں شہرۂ آفاق عربی نعت شریف موسوم بہ قصیدہ بردہ شریف پڑھ کے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزت و منزلت پائی

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ این مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

غم اندوہ میں ڈوبی ہوئی آخری عرض: اس مردِ کامل کے عزم و حوصلے اور استقامت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں جس نے اپنے بھائی، بیٹے، داماد اور پوتے کے اکٹھے جنازے پڑھائے ---اللہ اکبر---اس خانوادۂ عالیہ کے خاص الخاص مرید، خلیفہ اور دینی تعلیم کے استاذ صدر الافاضل، شیخ المدرسین حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد فضلِ سبحان صاحب قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مجھے تین مرتبہ ہارٹ اٹیک ہو چکا ہے۔ میں نے دریں اثناء کنز الایمان شریف کا پشتو ترجمہ اور آستانۂ عالیہ مانکی شریف کے شیخ ثانی حضرت عبدالحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ''تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین'' کا اردو ترجمہ شروع کر رکھا ہے۔ میں نے ایک روز اپنے مرشد و مربی جناب حضرت الحاج شیخ گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ میری صحت تو دن بدن نیچے کو جا رہی ہے، ان تراجم کا کیا بنے گا؟ جواباً آنحضور رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت بھرے انداز سے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ نور الدین اور ہمایون موجود ہیں نا، وہ یہ کام کریں گے۔ آج وہ نہیں بس ان کی یادیں ہیں۔ انہوں نے مختصراً دورانیہ حیات میں جو کچھ کر دکھایا وہ یقیناً ان کے اسلاف کے لیے باعث فخر اور اخلاف کے لیے باعث تقلید ہے۔

باغبانِ پنج روزہ صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

شہداء اہل سنت کی زندہ و جاوید یادیں

ڈاکٹر شمس الرحمٰن شمس القادری

کچھ واقعات زندگی میں وقوع پذیر ہوتے ہیں اور ذہن سے اتر جاتے ہیں لیکن سانحہ جمرود ایسا واقعہ ہے جسے بھلانا چاہیں بھی تو نہیں بھلایا جا سکتا۔ یہ ذہن کی تختی پر ایسا نقش ہو چکا ہے جیسے پتھر پر کوئی تحریر کندہ کی جائے۔ میں اپنے حلقے کے کسی کام کے لیے سوات گیا ہوا تھا۔ جہاں ٹھہرا تھا وہاں گھڑی کی سوئیاں نو بج کر اور کچھ منٹ تک پہنچی تھیں، یکایک ٹیلی وژن چینل پر ایک پٹی چلی کہ جمرود میں چند نامعلوم شر پسندوں نے فائرنگ کر کے صوبہ سرحد کے بہت بڑے دینی اور روحانی آستانے دربار عالیہ قادریہ حضرت حاجی گل صاحب کے شہزادوں کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔

قارئین کرام یقین کیجیے تھوڑی دیر میں گم سم سا رہا، عجیب سی کیفیت طاری ہوئی پھر چیختا چلاتا اپنے میزبان سے پوچھتا رہا کہ یہ خبر دوسرے کسی چینل پر بھی دیکھو، دیکھو میری آنکھیں کہیں دھوکہ تو نہیں کھا رہیں۔ میزبان مجھے دلاسہ دیتا رہا کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے۔ وہ خوش نصیب تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہادت کا مرتبہ دیا۔ میں نے کہا میرے بھائی وہ خوش نصیب تھے جو جوانی میں ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کر گئے لیکن ہم تو بدنصیب ٹھہرے جو اتنی علمی، روحانی، تنظیمی اور انتظامی شخصیات سے محروم ہو گئے۔ میں نے سوات سے پشاور اور پشاور سے بھائی رحیم اللہ، محمد رفیق قریشی اور ممتاز حسین قادری کے ہمراہ لنڈی کوتل تک کا یہ سفر اس طرح کاٹا کہ اک کرب کا عالم تھا، آہوں اور سسکیوں کا سماں تھا اور نہ تھمتے ہوئے آنسو اپنے محسنوں کی جدائی میں رواں دواں تھے۔

ہم حوصلہ ہار چکے تھے لیکن جب دربار پہنچے اور حضرت شیخ المشائخ جناب شیخ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا عالم باعمل بیٹا حضرت پیرزادہ محمد ہمایون قادری، بھائی دربار عالیہ قادریہ کا ترجمان، تنظیم اہل سنت کا روح رواں حضرت علامہ حافظ عبدالعظیم قادری، پوتا علم و عمل کا پیکر، ہمت و یقین کی علامت، تنظیم و تحریک

کا جوان ہمت قائد، شیخ الحدیث جامع جنیدیہ، حضرت علامہ محمد نور الدین قادری اور داماد دربار عالیہ قادریہ کا بے لوث خادم، جواں ہمت مجاہد حاجی محمد سلیم قادری اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر چکے اور شہادت کا لباس اوڑھ کر فانی زندگی کو خیر باد کہہ کر جاوداں زندگی کا لطف حاصل کر چکے تھے، کی جدائی کے باوجود حضرت کا حوصلہ، ہمت اور صبر دیدنی تھا۔ حضرت پیر طریقت سینیٹر حافظ عبدالمالک قادری اور حضرت شیخ القرآن پیر محمد نور الحق قادری کے حوصلے اور صبر سے ہمیں نیا حوصلہ ملا۔

اہل سنت کے لاکھوں کارکن، عقیدتمند صوبہ بھر اور پاکستان کے دوسرے صوبوں سے اور دیگر قبائلی علاقہ جات سے تشریف لانے والے علماء و مشائخ، قبائلی زعماء اور سیاسی راہنما حضرات مشائخ کے حوصلوں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ یہی ہوتا ہے اللہ کے نیک بندوں کی تعریف جو آزمائش کے وقت صبر و استقامت کا پیکر بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی انہی صفات کا ذکر یوں فرمایا ''میں اپنے بندوں کو آزماتا ہوں، ان پر خوف طاری کر دیتا ہوں، بھوک مسلط کر دیتا ہوں، ان کے اموال کو واپس لے لیتا ہوں، انہیں موت دے دیتا ہوں، ان کے باغات کو تلف کر دیتا ہوں، اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشارت دے دیجیے ان صبر کرنے والوں کو جن پر یہ ساری آزمائشیں آئی تو اس حال میں بھی کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم اللہ کے ہیں اور انہی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیں''۔

حضرت قبلہ شیخ گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ شاہراہ شریعت اور طریقت پر چلنے والے کارکنوں کو دلاسہ دیتے نظر آئے۔ آپ صبر کی یوں تلقین فرماتے رہے گویا اپنے پیاروں کی دین حق کی خدمت کرتے کرتے اور اپنی تقدس مآب جوانیوں کا لمحہ لمحہ وقف کر دینے کے بعد اپنے خاندان کو شہادت کا اعزاز بھی بخش گئے ہیں اور حضرت اس اعزاز پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس طرح جب حضرت قبلہ صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو جب عقیدتمند دیکھتے تو انہیں بھی حوصلہ مل جاتا۔

میرا جی چاہا کہ جب جنازے کے لاکھوں لوگوں کے جم غفیر میں پہنچوں تو میں چیخ چیخ کر روؤں اور اپنا دل ہلکا کرلوں لیکن ہوا یوں کہ حضرات کے ساتھ شہداء کے جنازے جب پہنچے تو کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا اور عزم وہمت کی چٹان حضرات مشائخ تھے جو لوگوں سے ملتے اور ان کی خیریت دریافت کرتے جس کے بعد مجھ جیسے ہزاروں عقید تمندوں کو بھی ہمت وحوصلہ ملا۔

میں جب باقاعدہ تعلیمی اداروں سے فارغ ہوا تو حضرت قبلہ برادر محترم جناب پیر محمد نور الحق قادری کے حکم پر جامعہ جنیدیہ غفوریہ سے شائع ہونے والے مجلہ ''الجنید'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے جامعہ جنیدیہ پشاور آیا تو یہاں اپنے محسن حضرت علامہ حافظ عبد العظیم قادری کی معیت میں قریباً اڑھائی سال کام کرنے کا موقع ملا۔

دار العلوم میں عموماً تاثر یہ تھا کہ حضرت حافظ عبد العظیم قادری سخت مزاج ہیں اور طلباء، مدرسین اور ملازمین سب سے سخت رویہ اپناتے ہیں۔ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ دار العلوم سے متعلقہ لوگ حضرت قبلہ پیر طریقت حافظ عبد المالک صاحب سے شکایت بھی کرتے رہے لیکن میرا نقطہ نظر اس وقت بھی اور آج بھی یہی ہے کہ میں چونکہ قریب رہا اور دیکھا کہ حافظ عبد العظیم قادری اصولوں کے انتہائی پابند تھے اور ان اصولوں پر کسی قسم کا کمپرومائز نہیں کرتے تھے۔ ان کی سختی دار العلوم کے نظم وضبط، پابندی وقت اور قواعد وضوابط پر عمل درآمد میں ہوتی تھی۔

ملازمین کے ساتھ سختی کام چوری، بددیانتی، فرض شناسی میں کوتاہی پر ہی ہوتی۔ اس کو میں مزاج کی سختی نہیں کہوں گا بلکہ ڈسپلن کی پابندی کہوں گا جو ہر ایک منتظم کے لیے ضروری ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گواہ ہے کہ وہ کتنے پیارے، میٹھے اور شفیق انسان تھے۔ ہم اکثر رات کو حافظ صاحب سے شاعری سنتے اور گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ مجھے پشتو میں فرماتے ''سواتیا سہ بہ خورے'' یعنی سواتی تم کیا کھانا پسند کرو گے۔ پھر رات گئے کبھی فروٹ منگواتے، کبھی حلوہ کھلاتے اور حضرت شیخ المشائخ حاجی گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ (اپنے بابا جان) کی زندگی کے واقعات سناتے۔

میں نے اس شخص کو قریب سے دیکھا کہ وہ اگر ڈسپلن کے سلسلے میں بھی سختی فرماتے تو اس میں

کبھی بھی میں نے بدنیتی کا پہلو نہیں دیکھا بلکہ اس سختی میں نیک نیتی کارفرما ہوتی تھی۔حافظ عبدالعظیم رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ اور دیگر شاخوں میں مہتمم اور مدرس کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ حضرت حافظ عبدالعظیم قادری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے تمام مدرسین اور ماہنامہ ''الجنید'' میں کام کرنے والوں کے لیے آرڈر جاری فرماتے۔ایک دفعہ میں نے آرڈر بک میں آرڈر پر دستخط نہیں کیے اور بجائے دستخط کے لکھ دیا کہ

تجھ کو چاہا تیری دہلیز پر سجدہ نہ کر سکا
وہ میرا عشق تھا یہ میری خود داری ہے

حضرت قبلہ حافظ عبدالعظیم قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ رجسٹر اٹھا کر تنظیم اہلسنت کے اجلاس میں لے گئے اور وہاں میری شکایت کی کہ شمس نے یہ شعر لکھا ہے۔حضرت قبلہ پیر حافظ عبدالمالک قادری نے ان کی بات مزاح میں لی، میں نے جلدی سے حضرت سے معافی مانگی اور کہا کہ میں نے تو ویسے ہی مذاق کیا تھا آپ نے اسے اتنا سنجیدہ لے لیا ہے۔اسی شام کو ہم اکٹھے پشاور آئے اور مجھے کہا کہ آج شام کا کھانا میں آپ کو کھلاؤں گا کہیں آپ کے دل میں کوئی ناراضگی اور شکایت نہ ہو اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ کسی بات کسی غصے کو دل میں نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ خوف بھی رہتا کہ کوئی دل میں مجھ سے ناراض نہ ہو۔

میں نے حضرت قبلہ حافظ عبدالعظیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھا۔آپ ایک بہترین مدرس، مثالی منتظم، قابل ادیب و شاعر اور وفادار ساتھی تھے۔تنظیم اہل سنت کو چلانے کے ایسے ماہر تھے کہ کبھی کبھی مجھے بھی رشک ہوتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نظر بد سے بچائے رکھے کہ کس قدر نظم کو جانتے ہیں۔

حضرت علامہ پیرزادہ محمد ہمایوں قادری شہید کو میں دارالعلوم قادریہ بغدادہ، مردان میں مفتی اعظم سرحد شیخ القرآن والحدیث علامہ ابوالفضل محمد فضل سبحان قادری صاحب کی صحبت میں زمانہ طالب علمی سے جانتا ہوں۔بچپن ہی سے تقویٰ وطہارت کے پیکر، صدق واخلاص کا مجسمہ اور اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔بچپن میں بہترین نعت خوانی بھی فرماتے تھے۔چونکہ انجمن طلباء اسلام میں حضرت قبلہ پیر محمد نورالحق قادری صاحب کے ساتھ تنظیمی کام کرنے اور دورے کرنے کا موقع ملا۔

انہی دنوں میں میں اکثر جامع قادریہ بغدادہ مردان آتا جاتا۔ وہاں حضرت قبلہ محمد ہمایون سے قریب رہنے کا موقع ملتا تھا، بہت ہی ملنسار، مہمان نواز، خاطر داری رکھنے والا میں یوں کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جان پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

اپنی والدہ، اپنی بہنوں اور بھائیوں سے عشق کی حد تک محبت رکھتے تھے۔ دنیا میں رہے لیکن دنیا سے محبت کو اپنے دل میں اترنے نہیں دیا۔ ہمایون قادری میں کمال درجے کی قناعت تھی۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی کسی چیز کے نہ ہونے کی شکایت کی ہو بلکہ صبر وقناعت سے زندگی گزارتے تھے۔ میں اکثر مزاح میں کہتا کہ حضرت آپ کے پیسوں میں بڑی برکت ہوتی ہے کبھی کبھی ہمیں بھی عنایت فرمادیا کریں تو اسی وقت نکال کر زبردستی دے دیتے اور ساتھ کہتے میرے پیسوں کی برکت کا ذکر کر کے تم ظالم ویسے لینا چاہتے ہو۔

سفاک ظالموں نے بے تحاشا فائرنگ کر کے جب ان پاکان ملت کو شہید کیا تو حضرت قبلہ محمد ہمایون شہید کی ایک آنکھ بھی ضائع ہوگئی۔ قیامت کے دن جب سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے گلستانِ قادریہ کے یہ نو خیز پھول جائیں گے تو ہاتھ میں اپنی آنکھ لیے، چھلنی بدن کے ساتھ اپنے خون آلود کپڑوں اور پگڑی کو پیش کر کے عرض کریں گے یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے دین کے لیے کام کرتے کرتے جام شہادت نوش کیا اور یہ اپنی آنکھ، خون آلود کپڑے اور پگڑی، یہ زخموں سے چور چور بدن آپ ﷺ کے لیے تحفے میں لے کر آیا ہوں۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث پیرزادہ محمد نورالدین قادری شہید کے ساتھ دارالعلوم قادریہ بغدادہ کے زمانہ طالب علمی سے ہی محبت عقیدت کا ایسا رشتہ قائم تھا جو آخر دن تک قائم رہا۔ انتہائی ذہین، دور اندیش، عالم باعمل، قیادت وسیادت کی خوبیوں سے مالا مال انسان، جود وسخا کے پیکر اور کمال درجہ مہمان نواز تھے۔ حضرت قبلہ محمد نورالدین شہید کو جہاں اللہ تعالیٰ نے علم وفضل اور فصاحت وبلاغت سے نوازا تھا

وہاں اللہ تعالیٰ نے ظاہری وجاہت کی دولت بھی دی تھی۔ یوں سمجھ لیجیے **وزادہ بسطة فی العلم والجسم** کے مصداق تھے۔ دورہ حدیث پڑھاتے، کتب فنون پڑھاتے، قرآن پڑھاتے۔ الغرض جو کچھ بھی پڑھاتے اس فن میں ماہر فی الفن لگتے اور جب خطاب کرتے تو کمال درجہ خطیب بھی تھے۔ دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ کو جس محنت اور خوبصورتی کے ساتھ آپ نے چلایا اس انداز سے شاید ہی کوئی منتظم اور مہتمم ایسا کر سکے۔

مجھے اکثر کہا کرتے کہ میں جامعہ جنیدیہ غفوریہ کو ایک بہت بڑی اسلامی یونیورسٹی بنانا چاہتا ہوں اور اس کا الحاق جامع ازہر، شام اور عراق کی یونیورسٹیوں سے کرانا چاہتا ہوں۔ نیز فرماتے کہ تم خان لالہ (حضرت پیر محمد نور الحق قادری صاحب) سے اس بارے مشورہ کرو اور میرے جذبات سے انہیں آگاہ کرو۔ انتہائی ادب کی وجہ سے بذات خود اپنے بڑوں سے مسائل کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

سانحہ جمرود کے چوتھے شہید حضرت قبلہ صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حاجی محمد سلیم صاحب عرف باچا صاحب کا ذکر نہ کروں تو زیادتی ہوگی۔ میں نے ایک طویل عرصہ اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے کو صاحبان کی خدمت میں یوں مگن دیکھا جیسا کہ کسی کو ٹاسک ملا ہو کہ جلدی جلدی کام ختم کرو تم نے جانا ہے۔ سفر وحضر میں باچا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سسر، اپنے روحانی مربی اور مرشد کریم کی ایسی خدمت کی کہ خود کو ناگزیر کر دیا تھا۔ حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ہر سفر میں باچا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ رکھتے۔ کبھی دنیاوی معاملات اور کبھی خدمت سے تھکنے کی شکایت نہیں کی۔

میں نے انہیں قریب سے دیکھا، وہ مہمانوں کی خدمت کو نفل عبادت پر مقدم سمجھتے اور یوں خدمت میں لذت محسوس کرتے کہ مجھے ایک دفعہ اسلام آباد میں کہا کہ آج کوئی بھی کام نہیں، بیکار بیٹھ کر تھک گیا ہوں۔ نہ صرف خود بلکہ ان کی اولاد بھی راہ شریعت وطریقت کی خدمت میں لگی رہی اور اب بھی دل وجان سے اسی خدمت پر مامور ہے۔ وفا شعاری کا اس سے بڑھ کر نمونہ کیا ہو سکتا ہے کہ زندگی بھی اکٹھی گزاری اور راہِ شہادت پر بھی صاحبان کی اولاد کے ساتھ عازم جنت ہوئے۔

الحاج الحافظ شیخ عبدالعظیم قادری

سید شیر بادشاہ قادری مرحوم
سابق ڈپٹی ڈائریکٹر محکمۂ اطلاعات

عالم باکمال حضرت الحاج مولانا الحافظ عبدالعظیم صاحب خلف الرشید زبدہ خاصانِ حق پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت شیخ عبدالحق صاحب المعروف بہ حاجی گل صاحب کو میں نے پہلی بار غالباً ۱۹۹۰ء کے اواخر میں دار العلوم جنیدیہ غفوریہ میں دیکھا تھا۔ تنظیم اہلسنت والجماعت خیبر ایجنسی کا سالانہ اجلاس تھا، چالیس پچاس قبائلی زعماء اور علماء اس محفل میں موجود تھے۔ میں سوائے الحاج حافظ پیر عبد المالک صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے کسی کو بھی نہیں جانتا تھا۔

وہیں پر میں نے کوئی تیس بتیس سال کے ایک وجیہہ وشکیل نوجوان کو مہمانوں کے استقبال، ان کی نشست وبرخاست اوران کی تواضع اور باقاعدہ حاضری کے ایک رجسٹر میں ان سے دستخط لینے میں نہایت سرگرم دیکھا۔ میرے قریب آئے تو حافظ عبدالمالک صاحب نے کمال مہربانی سے ہمارا تعارف کروایا۔ فرمانے لگے حافظ عبدالعظیم صاحب ہمارے دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

ناظم صاحب میری طرف دیکھ کر نہایت ہی دل موہ لینے والے انداز میں مسکرائے۔ سفید عمامہ سر پر پہنے، سفید لباس میں ملبوس اس سرخ وسفید خوبصورت نوجوان کو دیکھ کر میرے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ ہو نہ ہو اس نوجوان کا تعلق بھی خانوادہ دربار عالیہ قادریہ حضرت حاجی گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ مجھ سے فرمانے لگے ’’میں ایک دو روز میں آپ کے پاس آپ کے دفتر حاضر ہوں گا اور آپ سے تنظیم کے ماہنامے الجنید کے بارے میں مشورہ کروں گا۔ یوں مجھے ناظم صاحب کو جاننے اور پہچاننے کا موقع ملا۔

انہی دنوں ایک مرتبہ دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا تو ناظم صاحب جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرما رہے ہیں۔ اس دن ان کا موضوع ’’حقوقِ والدین‘‘ تھا۔

یوں معلوم ہورہا تھا جیسے ایک ماہر استاد اپنے بچوں کو پڑھا رہے ہوں۔ان کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ہمارے قلب وذہن میں اتر رہا تھا اور یوں ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو میرے سامنے آیا۔موصوف ماہنامہ ''الجنید'' کی ادارت سے لے کر طباعت، اشاعت اور سرکولیشن تک کی ذمہ داری بھی خود نبھا رہے تھے۔ان کی ان اضافی ذمہ داریوں کا علم ان کی دفتر تشریف آوری کے موقع پر ہوا۔

''الجنید'' مسلک اہلسنت اور تصوف کی تعلیمات کا ترجمان ایک خوبصورت رسالہ تھا۔مگر افسوس کے ناظم صاحب کی تدریسی ذمہ داریوں، دارالعلوم کی نظامت اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے یہ عمدہ ماہنامہ مزید جاری نہ رہ سکا۔ناظم صاحب کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ ان کے ہر کام میں والہانہ پن پایا جاتا تھا۔ ایک اچھے بیٹے، اچھے باپ، اچھے استاد، اچھے منتظم، اچھے خطیب، اچھے شاعر اور سب سے بڑھ کر ایک اچھے دوست میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ سب ان میں موجود تھیں۔

میں نے ایک مرتبہ مدرسے کے ایک طالب علم سے دریافت کیا کہ یہ ناظم صاحب آپ کو پڑھاتے ہیں؟ کہنے لگے کہ صرف ونحو پڑھاتے ہیں۔اور کیا پڑھاتے ہیں میں نے دریافت کیا تو اس نے کہا فقہ پڑھاتے ہیں اور ایسا پڑھاتے ہیں کہ اس میں ان کا جواب نہیں۔گویا اس مضمون کے سبجیکٹ سپیشلسٹ ہیں۔طالب علم نے مزید کہا کہ منطق بھی پڑھاتے ہیں اور پڑھاتے وقت یہ بھی ضرور کہتے ہیں کہ یہ مضمون مجھے نہیں آتا اور نہ ہی مجھے پسند ہے۔نہ میں نے اسے پڑھا ہے لیکن جب پڑھاتے ہیں تو کمال کر جاتے۔اس دوران دورۂ آخر کے ایک طالب علم نے کہا کہ جناب ترمذی شریف بھی پڑھاتے ہیں اور اس کے پڑھانے میں بھی ان کا جواب نہیں لیکن میرے نزدیک آپ کا سب سے بڑا کمال آپ کی اپنے مرشد کامل سے جنون کی حد تک عقیدت ومحبت تھی۔

اس سلسلے میں ان سے ایک مکالمہ نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔راقم الحروف نے سوال کیا کہ آپ قبلہ حاجی گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں، بہت بڑی بات ہے،آپ ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ ناظم صاحب نے فرمایا کہ کاش میرے اندر وہ صلاحیتیں موجود ہوتیں جو اُن کے ایک بیٹے میں ہونی چاہئیں۔وہ تو میرے صاحب جی مبارک ہیں۔میں نے کہا بھئی آپ سیدنا حضرت شیخ گل صاحب

مبارک مدظلہ العالی کے بھائی ہیں۔انہوں نے کہا جی ہاں لیکن وہ میرے مرشدومربی ہیں۔اپنے آپ کو ان کا بھائی سمجھنے کے قابل نہیں، میں تو اپنے آپ کو ان کی غلامی کا اہل بھی نہیں سمجھتا، مجھ میں تو وہ صلاحیتیں ہی نہیں کہ ان کا بھائی کہلاؤں۔

میں نے کہا آپ ان کے مرید ہیں ناظم صاحب؟ انہوں نے کہا شاہ صاحب ان کا مرید اگر کوئی کہلانے کا مستحق ہے تو وہ مالک صاحب (جناب حافظ عبدالمالک صاحب) ہیں، آج کل مرید کہاں ہیں، میں کسی کو ان کا مرید نہیں سمجھتا، مرید ہونا تو بڑی بات ہے مجھے تو یہ تک گوارہ نہیں کہ سوائے صاحبزادہ عبدالمالک صاحب کے کوئی ان کے پاس جائے، بیٹھے اور ان کو دیکھے۔ میں اپنے آپ کو بھی ان کے دیدار کے قابل نہیں سمجھتا۔ میرے اندر وہ صلاحیت نہیں، وہ کمال نہیں، وہ بصیرت و بصارت نہیں کہ میں انہیں دیکھوں۔آپ نے میرا کلام پڑھا نہیں کہ میں نے کسی جگہ لکھا ہے۔

ستا دیدن مے پخپل ځان هم پیرزو نه دے
په ما ګران ئے خدائي خبر شه چه ته خومره

انہوں نے ان سے کہا کہ آپ کا یہ فلسفہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ میں نے آپ کو ان کی خدمت میں اٹھتے بیٹھتے ان کی خدمت کرتے ان کے ساتھ حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرتے، عراق وشام کی زیارات کے لیے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہاں تک حق بجانب ہے کہ آپ انہیں دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا شاہ صاحب یہ دنیا داری ہے ہم انہیں ان ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔آپ نے علامہ اقبال کا وہ شعر نہیں سنا کہ

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

ہائے ہائے شاہ صاحب میں آپ کو کیسے سمجھاؤں! یہ کہہ کر آپ کی آنکھیں نمناک ہوگئیں۔آپ نے اپنے ہونٹ کو دانتوں سے دبایا اور ایک زوردار ہاتھ اپنی ران پر مارا۔ان کی یہ کیفیت دیکھ کر میں نے موضوع بدل دیا۔

مجھے ناظم صاحب کے ساتھ طویل سفر کرنے کا موقع ملا ہے۔ دو تین دن ہم ساتھ رہے۔ آپ کی معیت میں میں نے کسی بھی لمحے اپنے آپ کو بور محسوس نہیں کیا۔ راستے میں میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی سائل کو خالی ہاتھ جانے دیا ہو یا اس سے منہ موڑا ہو۔ ان کے ایک شاگرد نے مجھے بتایا کہ درس کے دوران جب کبھی اولیاء اللہ کا ذکر آتا ہے تو ہمیں تنبیہ کرتے ہیں خبردار ابھی تم لوگ اس قابل نہیں اور نہ ہی میں اس قابل ہوں کہ صاحب مبارک کو دیکھوں۔

ناظم صاحب کی تعلیم کے بارے میں میں نے کچھ نہیں لکھا چلیے انہی کی زبانی سن لیجیے۔ میرا نام عبدالعظیم، کنیت ابوالطفیل ہے اور میں قادری المشرب ہوں ۔۔۔ الحمدللہ۔ میری تاریخ ولادت حضرت صاحب جی مبارک نے اس طرح لکھی ہے " تاریخ تولد عبدالعظیم ششم ماہ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ یوم الثلاثاء" گویا آپ بروز منگل یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوئے۔

آپ نے بغدادی قاعدہ قاضی صاحب آف ڈاگئی سے پڑھا جو اس زمانے میں ناظم صاحب کے بڑے بھائیوں کو پڑھانے کے لیے دربار شریف میں ہی مقیم تھے۔ نہایت ذہین وفطین تھے۔ صبح کی نماز میں جو سورتیں حضرت حاجی گل صاحب مبارک اور حضرت شیخ گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سنتے وہ سب ان کو ازبر ہو گئی تھیں حالانکہ ابھی انہوں نے صرف ناظرہ قرآن پڑھا تھا۔

چنانچہ ان کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے ان کے والد بزرگوار حضرت حاجی گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں حفظ قرآن خود ہی شروع کروا دیا۔ آپ نے اٹھارہ پارے حافظ غلام فرید المعروف بہ کوہاٹ حافظ جی صاحب سے پڑھتے ہوئے یاد کیے جبکہ باقی بارہ پارے حضرت باغ صاحب حافظ جی صاحب آف ننگر ہار سے حفظ کیے۔ پانچویں جماعت تک تعلیم اور ابتدائی کتب، فقہ خلاصہ کیدانی، منیۃ المصلی اور کنز الدقائق اپنے گاؤں ہی میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب عرف پشاوری ملا صاحب سے پڑھیں۔

حضرت حاجی گل صاحب جی مبارک رحمۃ اللہ علیہ جب چھ نومبر ۱۹۶۹ء کو رحلت فرما گئے تو اس سانحے سے جہاں پورے دربار شریف میں وقتی طور پر ایک خلاء سا محسوس ہوا وہاں ناظم صاحب کے علمی معمولات میں بھی کچھ عرصہ تک تعطل واقع ہوا۔ بعد ازاں آپ نے دوبارہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور جامعہ اسلامیہ

اکوڑہ خٹک میں پڑھتے ہوئے ۱۹۷۳ء میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ پھر دورۂ حدیث کے لیے جامعۃ العلوم بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا شاہ صاحب میرے اکثر اساتذہ دیوبند مکتب فکر کے پیروکار تھے لیکن میں کبھی بھی ان کے خیالات سے متاثر نہیں ہوا بلکہ ان کے افکار سے متنفر ہی رہا۔

ناظم صاحب ۱۹۷۲ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ بیٹے صاحبزادہ محمود الحسن، صاحبزادہ عبدالحسن، صاحبزادہ محمد سہیل، صاحبزادہ محمد طفیل اور صاحبزادہ حمدون عطا کیے۔ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۹ء میں حصولِ علم سے فارغ ہوئے اور اسی سال حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔ حج سے واپسی کے بعد ۱۹۸۰ء میں آپ نے خیبر رائفلز کے تحت چلنے والے خیبر پبلک سکول میں بحیثیت معلم دینیات ملازمت اختیار کی۔ جو اب ایف جی پبلک سکول لنڈی کوتل کے نام سے مشہور ہے۔

اسی دوران ۱۹۸۷ء میں سیدی و مرشدی قبلہ شیخ گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بغداد شریف کی زیارت اور پھر عمرے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ۳۱ مئی ۱۹۷۹ء تک مختلف سکولوں میں بحیثیت مدرس خدمات انجام دیتے رہے۔

اس عرصے میں آپ کو اپنی عصری تعلیمی استعداد بڑھانے کا بھی شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۹۸۸ء میں آپ نے بحیثیت امیدوار میٹرک کا امتحان پاس کیا پھر ۱۹۹۸ء میں ایف اے کیا اور دو ہزار سات میں بی اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

تنظیم اہل سنت والجماعت خیبر ایجنسی کی بنیاد چھ فروری ۱۹۸۸ء کو رکھی گئی جس میں آپ کو تنظیم ہٰذا کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور اس کے پلیٹ فارم سے خیبر ایجنسی کے مختلف دیہات میں محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد شروع ہوا جن میں حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش رہتے۔

اسی تنظیم کے ساتھ آپ کے والہانہ لگاؤ کا اندازہ آپ کے اس منظوم کلام سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے ''ترانۂ اہلسنت'' کے عنوان سے پشتو میں لکھا اور اسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ دارالعلوم

جنید یہ غفوریہ کے طلباء مل کر جب محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ ترانہ پڑھتے ہیں تو ایک سماں سا بندھ جاتا ہے۔

دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ کا افتتاح ۴ جون ۱۹۸۹ء کو ہوا اور آپ ہی کو اس کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ آپ نہایت خوش اسلوبی سے اپنے یہ فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اسی دارالعلوم میں تدریس کے لیے آئے ہوئے راستے میں آپ شہید کر دیئے گئے---اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تنظیم اہلسنت کی تشکیل اور دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ کے قیام سے قبل ناظم صاحب نے ایک خواب دیکھا تھا جس کا ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ یہ دسمبر ۱۹۸۷ء کا آخری عشرہ تھا، جمعۃ المبارک کا دن تھا، چاشت کے وقت میری آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے مرشد و مربی حضرت شیخ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک جیپ میں ڈرائیور کی سیٹ پر تشریف فرما ہیں اور ساتھ ہی پیر طریقت شیخ عبدالعزیز المعروف بہ یوسف خیل باباجی بھی تشریف فرما ہیں۔ صاحب مبارک نے مجھے دیکھ کر فرمایا عبدالعظیم جلدی کرو جیپ میں سوار ہو جاؤ جہاد کے لیے جانا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ ذرا سا انتظار فرمائیں تاکہ میں گھر سے اپنی بندوق اٹھالاؤں تو آپ نے فرمایا کہ تم اس وقت آجاؤ بندوق اٹھانے کے لیے پھر آجائیں گے۔ میں ان دونوں بزرگوں کے پیچھے نشست پر بیٹھ گیا۔ دربار شریف سے جیپ میں ہم سیدھے گاؤں کے بڑے مقبرے کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں میں نے اپنے ایک تعلق دار کو دیکھا جو ہمیں دیکھ کر ایک طرف چھپنا چاہتا تھا۔ میں نے صاحب مبارک سے عرض کی حضرت اس شخص کو ساتھ نہ لے لیں تو صاحب مبارک نے فرمایا نیک بخت ہم جہاد کے لیے جا رہے ہیں، کھانے پینے کی کسی دعوت میں تو نہیں جا رہے۔ مقبرے پہنچ کر صاحب مبارک نے فرمایا کہ جمعۃ المبارک کی نماز کا وقت ہو رہا ہے، آؤ پہلے نماز پڑھ لیں۔ لہٰذا واپس دربار شریف پہنچے اذان شروع ہوئی تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا عبدالعظیم اذان ہو رہی ہے، یاد رکھنا نماز کے فوراً بعد چلے آنا تاکہ جہاد کو چلیں۔ میں نماز کی تیاری کے لیے گھر آرہا تھا۔ اذان کی آواز کانوں میں گونج رہی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی اور واقعی اس وقت جمعۃ المبارک کی اذان ہو رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھا مجھے یقین ہو چلا تھا کہ ہو نہ ہو نماز کے بعد صاحب

مبارک جہاد کا اعلان فرمائیں گے اوران شاء اللہ میں ان کے حکم کے انتظار میں ہوں گا۔

نماز جمعۃ المبارک ادا کرنے کے بعد حسب معمول ہم صاحب مبارک کے گرد بیٹھ گئے اور میں اس انتظار میں تھا کہ آج آپ ضرور ہمیں جہاد پر جانے کا حکم دیں گے لیکن میری توقعات کے خلاف آپ نے عقائد باطلہ کے رد اور عقائد اہلسنت کے دفاع کے بارے میں باتیں شروع کر دیں۔ انہوں نے بعض علاقوں میں چند نوجوان علمائے دین کی طرف سے میلاد شریف اور عقیدۂ اہلسنت والجماعت کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں محافل اور تقریبات کے انعقاد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح لوگوں کے عقائد کی اصلاح ہوتی ہے اور پھر معاشرہ حقیقی اسلامی سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور پھر اچانک میری طرف گھور کر فرمایا ''عبدالعظیم! یقین کرو، یہی جہاد ہے۔''

چنانچہ آنجناب کے اس ارشاد کو میں سمجھ گیا اور اسے اپنے لیے حکم گردانتے ہوئے اگلے جمعۃ المبارک کو میں نے چند نوجوانوں کا اجلاس بلایا جس میں ہم نے تنظیم اہلسنت والجماعت کے سلسلے میں تجاویز پر بات چیت کی اور پھر صلاح مشورہ کے بعد ہم نے اصل داد کلی میں ۳۱ دسمبر ۱۹۸۷ء کو محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تقریب منعقد کی۔

بعد ازاں ہم نے دو چار مزید محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کیا اور ان میں سے ہر ایک محفل کے اختتام پر ہم ساتھیوں سے تنظیم اہل سنت والجماعت کی تشکیل پر بھی بات کرتے جس میں کوئی نہ کوئی پیش رفت ضرور ہوتی۔ آخر کار اس غور و فکر کے نتیجے میں ٦ فروری ۱۹۸۸ء کو تنظیم اہل سنت والجماعت کی باقاعدہ تشکیل ہوئی اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام شروع کیا اور آخر وقت تک اس مقدس فریضے کو انجام دیتے رہے۔

نیز ۴ جون ۱۹۸۸ء کو جامعہ جنیدیہ غفوریہ کا افتتاح ہوا اور اس طرح جہاد کے اگلے اور مستقل مرحلے کا آغاز ہوا۔ حضرت ناظم صاحب کی شبانہ روز محنت رنگ لائی اور اس وقت تنظیم اہل سنت والجماعت کے تحت خیبر ایجنسی اور ملحقہ علاقوں میں دو صد سے زائد دار العلوم دینی علوم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

ناظم صاحب کی زندگی مسلسل محنت اور کوشش سے عبارت تھی۔ گوناگوں مصروفیات کے باوجود شعرو

سخن اور تصنیف و تالیف کا شغل جاری رکھنا واقعی حافظ عبد العظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے محنتی اور قابل انسان ہی کا کام تھا۔ ان کی تصنیف لطیف ''درویش شلمان'' محض ایک درویشِ کامل کی داستان حیات ہی نہیں بلکہ یہ ایک غریب الوطن انسان (حضرت شیخ محمد تسلیم المعروف شلمان بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر حضرت ضابطہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی دیارِ غیر میں مسلسل جدوجہد اور مشقت کی کہانی ہے۔ یہ ایک مجبور اور لاچار مسافر کی کہانی ہے جس نے اپنی محنت اور حسن اخلاق سے غیروں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور انہوں نے اسے اپنے دل میں جگہ دی۔

یہ داستان ہے ایک مرد درویش کے حصول علم و عرفان کی، اس کے بے مثال ایثار و قربانی کی، اس کے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، اس کے اخلاق و کردار، دریا دلی، اس کی بندگی و اطاعت کی، اس کی عجز و انکساری کی اور خدمت خلق کی جس نے اپنی نیکی، شرافت، محبت اور شفقت کی بدولت لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی۔ رب العالمین جل جلالہ نے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنی مخلوق پر ان کی عنایات کا صلہ مرحمت فرماتے ہوئے انہیں مقام غوثیت پر فائز کیا۔

فاضل مصنف نے ''درویش شلمان'' میں تصوف و طریقت کے طلب گاروں کے لیے وہ سب کچھ پیش کر دیا ہے جس کے وہ ہمیشہ متلاشی رہتے ہیں۔ موصوف خود بھی راہِ طریقت کے مشتاق تھے جس کا ثبوت ان کی یہ کتاب ہے۔ ''درویش شلمان'' ان کے دادا ابو ہی نہیں بلکہ ان کے آئیڈیل بھی تھے جن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق انہوں نے خود اپنے پروردگار سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واسطہ دے کر مانگی تھی۔ آپ فرماتے ہیں

پہ شان د شیخ جنیدئے تصوف چہ وو خپل کڑے
ما پہ شان د خپل بابا کڑہ پہ خاطر د پاک رسول

کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی منزل نہیں ملی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے برادر اکبر حضرت شیخ المشائخ الشیخ عبد العزیز صاحب قادری المعروف بہ شیخ گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں نہ صرف یہ کہ ان کا آئیڈیل ایک بار ان کے سامنے لا کھڑا کیا بلکہ انہوں نے حافظ عبد العظیم

کے ساتھ ساتھ خاندان کے دیگر افراد اور ہزاروں مریدین، متعلقین اور معتقدین کو شلمان بابا رحمۃ اللہ علیہ کے راستے پر گامزن کیا۔ حافظ عبدالعظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا پورا پورا احساس تھا اس لیے انہوں نے اپنے پیرومرشد سیدی شیخ گل صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اپنے رب کریم سے ان الفاظ میں استدعا کی

چینه لویه ئے د فیض ده هر چا ورته رسیږي
ډیر ئے عمر په دنیا کړه په خاطر د پاک رسول

اور اس فانی زندگی سے پردہ کرنے کے بعد تو ان کا اپنی منزل مقصود پر پہنچ جانے میں کوئی شک وشبہ باقی ہی نہ رہا کیونکہ ان کو جو موت ملی وہ ہر ایک سچے اور کامل مومن کی دلی آرزو ہوتی ہے۔ بقول اقبال

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

آپ نے اپنے پیرومرشد کی سرپرستی میں جو جہاد شروع کیا تھا انہوں نے ۱۹۸۸ء سے تادم مرگ تقریباً بیس سال تک اس جہاد میں مشغول رہتے ہوئے مئی ۲۰۰۸ء کو اپنی جان راہِ الٰہی میں قربان کردی اور رب تعالیٰ کی جناب سے اس بشارت کے مستحق ٹھہرے جس کا ذکر سورہ بقرہ میں یوں ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۱۵۴)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں البتہ تمہیں شعور نہیں۔

سورہ آل عمران میں شہداء کی زندگی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (۱۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں ان کی زندگی ہماری عقل اور سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے، انہیں مردہ نہیں کہنا چاہیے، مردہ تصور بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ رب تعالیٰ کے حضور زندہ ہوتے ہیں اور رزق بھی دیے جاتے ہیں۔

ممدوح ناظم صاحب اوران کے باقی تینوں شہید ساتھی بھی اس بشارت کے مطابق زندہ ہیں۔ وہ زندگی بھی رب تعالیٰ کے حضور میں ہے اور وہ اپنی شان کے مناسب انہیں خوراک وغیرہ بھی فراہم کرتا ہے تو ثابت ہوا کہ وہ بہت ہی افضل اوراعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو چکے ہیں جو اس دنیوی زندگی سے نہایت ہی بہترین ہے۔ ہمیں غم ہے تو صرف ان کی جدائی کا اوران فیوض وبرکات سے محرومی کا جو ہمیں اور دوسروں کو ان کی ذات بابرکات سے حاصل ہو رہے تھے ورنہ حقیقت تو یہی ہے کہ

ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ عشق تھا جس کا اظہار اپنے پشتو نعتیہ کلام میں کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے عاشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ حضرت احمد رِضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ حمد ونعت ''حدائق عشق'' کا بھی منظوم پشتو ترجمہ شروع کر رکھا تھا۔ نیز پشتو نثر میں ایک کتاب ''سپیرہ خاورہ اور درے شیطانان'' (منحوس سرزمین اور تین شیطان) بھی لکھی ۔ یہ سرزمینِ نجد اور نجدیت کے بارے میں ہے۔ ایسے موضوع پر قلم اٹھانا آپ ہی کا خاصہ تھا۔ ایک دوسری کتاب ''عقائد واعمال'' بھی لکھی۔ شاعری میں آپ ''نظر'' تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے یہ تمام ادبی فن پارے مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہیں۔

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

نورِ عینین نبی

شاہ ابواحمد محمد علی حسنین اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ جیلاں بمنِ زار و پریشاں مددے
نورِ عینین نبی سید و سلطاں مددے

حاضرم بر درِ پاکِ تو بصد رنج و الم
دستگیرا بمنِ بے سرو و ساماں مددے

بامیدیکہ بہ بغداد زِ ہند آمدہ ام
مشکلم سہل کن و بر من حیراں مددے

بر دلِ مردہ من یک نظر لطف بکن
اے مسیحائے زماں عیسیٰ دوراں مددے

ما غریبیم و غریب الوطنم اے آقا
چشم رحمت بکشا سوئے غریباں مددے

شب تاریک و رہ تنگ و من بیچارہ
اندریں حال زبوں اے مہِ تاباں مددے

طالب معرفتم قلب مرا روشن کن
اے شہ کشورِ دیں صاحب عرفاں مددے

اشرفی آمدہ در حالت پیری بدرت
دستگیری بکن اے حامئ پیراں مددے

برائے رابطہ

شاہ محمد غوث اکیڈیمی

کوچہ آقا پیر جان، یکہ توت، پشاور شہر

0332-5553125
www.alameer.org
info@alameer.org
facebook.com/Alameer.org